﴿ اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ﴾ (سورۃ الشوریٰ:۱۳)

''دین کو قائم کرو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو''

تری امت پہ آکے عجب وقت پڑا ھے.....!!!

مفتی محمد شفیع ؒ کے خطبات پر مشتمل معرکۃ الآراء کتاب ''**وحدت امت**'' کی تلخیص

اور

ڈاکٹر اسرار احمد کی ایک اہم تقریر ''**اھم مسلک نہیں دین ھے**''

ترتیب وتلخیص

حافظ ناصر احمد و حافظ محمد عمر

تعاون

شجاع الدین شیخ و محمد نعمان

contact : 021-2620496, 0334-3301787

E-mail: hafizain_nasirumer@yahoo.com

www.LiveQuranAcademy.com

www.tanzeem.org | www.quranacademy.com

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
تری امت پہ آکے عجب وقت پڑا ہے
وہ دین جو بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں آج وہ غریب الغرباء ہے
(حالیؔ)

کتاب کا نام : تری امت پہ آکے عجب وقت پڑا ہے۔۔۔!!!

طبع اوّل : اکتوبر 2006ء تعداد پانچ سو

ترتیب وتلخیص : حافظ ناصر احمد و حافظ محمد عمر

تعاون : شجاع الدین شیخ و محمد نعمان

زیرِ اہتمام :

www.hamditabligh.net

آہ ساری عمر ضائع کردی ...!

’’ہماری عمر کا، ہماری تقریروں کا، ہماری ساری کوششوں کا خلاصہ یہ رہا کہ دوسرے مسلکوں پر حنفی مسلک کی ترجیح قائم کردیں، امام ابوحنیفہ کے مسائل کے دلائل تلاش کریں، یہ رہا ہے محور ہماری کوششوں کا، تقریروں کا اور علمی زندگی کا۔! اب غور کرتا ہوں کہ کس چیز میں عمر برباد کی......!

’’ارے میاں! اس بات کا کہ کونسا مسلک صحیح تھا اور کون سا خطا پر اس کا راز تو کہیں حشر میں بھی نہیں کھلے گا اور نہ دنیا میں اس کا فیصلہ ہوسکتا ہے۔۔ اور نہ ہی قبر میں منکر نکیر پوچھیں گے کہ رفع یدین حق تھا یا ترکِ رفع یدین حق تھا؟ (نماز میں) آمین زور سے کہنا حق تھا یا آہستہ کہنا حق تھا، برزخ میں بھی اسکے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا اور قبر میں بھی یہ سوال نہیں ہوگا......، روزِ محشر اللہ تعالیٰ نہ امام شافعیؒ رسوا کرے گا نہ امام ابوحنیفہؒ کو نہ امام مالکؒ کو نہ امام احمد بن حنبلؒ کو اور نہ میدان حشر میں کھڑا کرکے یہ معلوم کرے گا کہ امام ابوحنیفہؒ نے صحیح کہا تھا یا امام شافعیؒ نے غلط کہا تھا، ایسا نہیں ہوگا۔

تو جس چیز کا نہ دنیا میں کہیں نکھرنا ہے نہ برزخ میں نہ محشر میں، اس کے پیچھے پڑ کر ہم نے اپنی عمر ضائع کردی اور جو ’’صحیح اسلام‘‘ کی دعوت تھی، جو سب کے نزدیک مجمع علیہ، اور وہ مسائل جو سبھی کے نزدیک متفقہ تھے اور دین کی جو ضروریات سبھی کے نزدیک اہم تھیں، جن کی دعوت انبیاء کرام لیکر آئے تھے، جن کی دعوت کو عام کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تھا، وہ منکرات جن کو مٹانے کی کوشش ہم پر فرض کی گئی تھی، آج اس کی دعوت تو نہیں دی جارہی، یہ ضروریاتِ دین تو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہورہی ہیں اور اپنے و اغیار سبھی دین کے چہرے کو مسخ کررہے ہیں اور وہ منکرات جن کو مٹانے میں ہمیں لگے ہونا چاہیئے تھا، وہ پھیل رہے ہیں، گمراہی پھیل رہی ہے، الحاد آرہا ہے، شرک و بت پرستی چلی آرہی ہے، حرام و حلال کا امتیاز اُٹھ رہا ہے لیکن ہم لگے ہوئے ہیں ان فرعی و فروعی بحثوں میں......!

اس لئے غمگین بیٹھا ہوں اور محسوس کررہا ہوں کہ عمر ضائع کردی......!‘‘

(حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیریؒ)

پیش لفظ

اسیر مالٹا شیخ الھند مولانا محمود الحسنؒ جب مالٹا سے حکومتِ برطانیہ کی طرف سے کالے پانی کی سزا کاٹ کر ہندوستان واپس تشریف لائے تو انھوں نے مسلمانوں کی زبوں حالی اور پستی کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

’’میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیاوی، ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہورہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے۔
ایک ان کا قرآن کو چھوڑ دینا، دوسرے ان کے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔‘‘

ملت کے غم خوار اور درد خواہ نے تقریباً سو سال قبل ملت کا شیرازہ بکھیرنے والے جس مرض کی نشاندہی کی تھی، اگر مسلم معاشرے کا بغور جائزہ لیا جائے تو اس مرض کے بھیانک نتائج آج ہمارے سامنے ہیں۔ آج مسلمانوں کی عظیم اکثریت قرآن کریم کے بحرِ ہدایت سے محروم ہے اور قرآن کریم سے ان کا تعلق صرف حصولِ ثواب اور ایصالِ ثواب کی حد تک رہ گیا ہے۔ باقی سوال رہا اس کو سمجھ کر اپنی زندگیوں کو اس کے نور سے روشن کرنے کا معاملہ تو وہ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہے جبکہ دوسری طرف ہمارے دیندار عناصر اور علماء حضرات کی عظیم اکثریت الّا ماشاء اللّٰہ قرآن سنت کی بنیادی (Fundamentals) تعلیمات اور اسلام کے متفقہ اصولوں کو صرفِ نظر کرتے ہوئے جزوی اور فقہی مسائل میں الجھ کر رہ گئی ہے۔ چھوٹے سے چھوٹا اختلافی مسئلہ بھی ان کے درمیان جھگڑے اور فساد کا سبب بنا ہوا ہے۔ ستم بالائے ستم اسی بنیاد پر ایک دوسرے کی نمازوں کو فاسد اور بے کار قرار دینا، نمازوں کی اقتداء سے روکنا اور ایک دوسرے کو کافر و مشرک اور گستاخ و منافق قرار دینا معمول کی بات بن گیا ہے۔ اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ

زیرِ نظر کتابچہ کا پہلا حصہ دراصل مفتی محمد شفیعؒ کے دو خطابات کی تلخیص ہے۔ جو کہ انہوں نے آج سے تقریباً تین دہائی قبل ملت کے اسی روگ اور مرض کے بارے میں ارشاد فرمائے تھے۔ جس میں سے ایک انہوں نے فیصل آباد میں ملک کی مشہور سلفی المسلک (اہلِ حدیث) جامعہ میں اس مرض کے اسباب و عوامل اور اس کا علاج تجویز فرمایا تھا۔ جبکہ کتاب کا دوسرا حصہ ڈاکٹر اسرار احمد کی اس تقریر کی تلخیص ہے جو کہ انہوں نے جامع اہلحدیث کراچی میں کی تھی۔ جس میں انہوں نے مسلمانوں کو مسلکی اختلافات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے ’’اقامت دین‘‘ کے فریضہ کی طرف دعوت دی۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اس امت کو اتحاد و اتفاق عطا فرمائے اور اس کا مزید شیرازہ بکھرنے سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

پہلا حصہ ''وحدتِ امت'' از مفتی محمد شفیعؒ

اختلافِ رائے کی حیثیت

اختلافِ رائے کے ضمن میں سب سے پہلے یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ نظری مسائل میں آراء کا اختلاف ہونا نہ نقصان دہ ہے، نہ اس کو مٹانے کی ضرورت ہے اور اس کو نہ مٹایا جا سکتا ہے۔ اختلافِ رائے نہ وحدتِ اسلامی کے منافی ہے اور نہ اس کے لئے مضر، اختلافِ رائے ایک فطری اور طبعی امر ہے جس سے نہ کبھی انسانوں کا کوئی گروہ خالی رہا اور نہ رہ سکتا ہے۔

جہاں عقل بھی ہو اور دیانت بھی تو یہ ممکن نہیں کہ لوگوں میں اختلافِ رائے نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اختلافِ رائے عقل اور دیانت سے پیدا ہوتا ہے، اس لئے اسے اپنی ذات کے اعتبار سے مذموم نہیں کہا جا سکتا۔ حالات و معاملات کا صحیح جائزہ لیتے ہوئے اگر اختلافِ رائے اپنی حدود کے اندر رہے، تو وہ کبھی کسی قوم و جماعت کے لیے مضر ثابت نہیں ہوتا بلکہ بہت سے مفید نتائج برآمد کرتا ہے۔

اسلام میں مشورہ کی تکریم اور تاکید فرمانے کا یہی منشاء ہے کہ کسی بھی معاملہ کے متعلق مختلف پہلو اور مختلف آراء سامنے آجائیں تو فیصلہ بصیرت کے ساتھ کیا جا سکے۔ اگر اختلافِ رائے کو مذموم سمجھا جائے تو مشورہ کا فائدہ ہی ختم ہو جاتا ہے۔

صحابہ اکرامؓ کا باہمی اختلاف :-

انتظامی اور تجرباتی امور میں اختلافِ رائے تو خود رسول ﷺ کے عہدِ مبارک میں آپ کی مجلس میں بھی ہوتا رہا اور خلفائے راشدین اور عام صحابہ اکرام کے عہد میں امورِ انتظامیہ کے علاوہ جب نئے نئے حوادث اور شرعی مسائل سامنے آئے، جن کا ذکر قرآن وحدیث میں واضح الفاظ میں نہ تھا یا قرآن کی ایک آیت کا قرآن کی دوسری آیت سے یا ایک حدیث کا دوسری حدیث سے بظاہر تعارض (Contradiction) نظر آیا تو ان کو قرآن وسنت کی (1) نصوص میں غور وفکر کر کے تعارض کو دور کرنے اور شرعی مسائل کے

(۱) ''نص'' کی جمع ''نصوص'' ہے۔ یعنی وہ احکام جو کہ قرآن کریم کی آیات سے بالکل واضح ہوں اور جن میں کسی تعبیر کی گنجائش نہ ہو۔

استنباط میں اپنی رائے اور قیاس سے کام لینا پڑا تو ان میں اختلافِ رائے پیدا ہوا، اور اس اختلافِ رائے کا پیدا ہونا عقل اور دیانت کے بناء پر بھی ناگزیر تھا۔

نماز اور اذان جیسی عبادتیں جو دن میں پانچ مرتبہ میناروں اور مسجدوں میں ادا کی جاتی ہیں، ان کی بھی جزوی کیفیات میں اس مقدّس گروہ کے افراد کا خاصا اختلاف نظر آتا ہے۔ اسی طرح غیر منصوص یا مبہم معاملات میں حلال وحرام، جائز و ناجائز میں بھی صحابہ اکرامؓ کی آراء اختلاف کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں، پھر بھی صحابہ اکرامؓ کے شاگرد ''حضراتِ تابعین'' کا یہ عمل بھی اہل علم کو معلوم ہے کہ ان میں سے کوئی جماعت کسی صحابی کی رائے کو اختیار کر لیتی تھی اور کوئی ان کے مقابل دوسری جماعت دوسرے صحابی کی رائے پر عمل کرتی تھی لیکن صحابہ وتابعین کے اس پورے ''خَيْرَ الْقُرُوْنِ'' میں، اس کے بعد ائمہ مجتہدین اور ان کے شاگردوں میں بھی کہیں ایک واقعہ اس طرح کا سننے میں نہیں آیا کہ ایک دوسرے کو گمراہ یا فاسق کہتے ہوں یا مخالف فرقہ اور گروہ سمجھ کر ایک دوسرے کے پیچھے اقتداء کرنے سے روکتے ہوں یا کوئی مسجد میں آنے والا لوگوں سے یہ پوچھ رہا ہو کہ یہاں کے امام اور مقتدیوں کا اذان و اقامت کے صیغوں میں، قراءت فاتحہ، رفع یدین وغیرہ میں کیا مسلک ہے اور ان اختلافات کی بناء پر ایک دوسرے کے خلاف جنگ وجدل، استہزا اور فقرہ بازی کا ان مقدّس زمانوں میں کوئی تصور ہی نہیں تھا۔

امام ابن قرطبیؒ اپنی کتاب ''جامع بیان العلم'' میں اسلاف کے باہمی اختلافات کا حال ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ:-

> ''یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ ہمیشہ اہل فتویٰ فتوے دیتے رہے۔ ایک (مجتہد) شخص غیر منصوص احکام میں ایک چیز کو حلال قرار دیتا تو دوسرا حرام کہتا، مگر نہ حرام کہنے والا یہ سمجھتا کہ جس نے حلال ہونے کا فتویٰ دیا وہ ہلاک اور گمراہ ہوگیا اور نہ حلال کہنے والا یہ سمجھتا کہ جس نے حرام ہونے کا فتویٰ دیا وہ ہلاک یا گمراہ ہوگیا۔''

قرآن وسنت کے مجملات اور مبہمات کی تشریح وتعبیر میں اسی طرح کے اختلافات کو ''رحمت'' کہا گیا ہے جو اسلام کے عہدِ اوّل سے صحابہ اکرام، تابعین اور پھر ائمہ مجتہدین میں چلے آئے ہیں۔ اسی لئے مختلف مسائل کے معاملات میں جو اختلافات صحابہ اکرام کے درمیان میں پیش آچکے ہیں ان کو مٹانے کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں کہ صحابہ اکرامؓ کی کسی ایک جماعت کو باطل قرار دیا جائے جو کہ ارشاداتِ قرآنی اور احادیث کے بالکل خلاف ہے۔

اسی لئے امام الحدیث حافظ شمس الدین ذھبیؒ نے فرمایا کہ:۔

'' جس مسئلہ میں صحابہ اکرام اور تابعین میں اختلاف ہوگیا وہ اختلاف قیامت تک مٹایا نہیں جاسکتا، کیونکہ اس کے مٹانے کی ایک ہی صورت ہے کہ ان میں سے ایک گروہ کو قطعی طور پر برحق اور دوسرے کو یقینی طور پر باطل قرار دیا جائے اور یہ ممکن نہیں۔''

محمد بن عبدالرحمٰن صیرفی ؒ نے حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے سوال کیا کہ جب کسی مسئلہ میں صحابہ اکرامؓ کی رائے مختلف ہو تو کیا ہمارے لئے یہ جائز ہے کہ ہم ان میں غور وفکر کر کے یہ فیصلہ کریں کہ ان میں صحیح قول کس کا ہے تو جواب میں حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ:۔

﴿لا یجوذالنظربین اصحاب رسول اللہ ﷺ﴾

''رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے اختلافات میں لوگوں کو غور وفکر ہی نہیں کرنا چاہیئے۔''

محمد بن عبدالرحمٰن صیرفی ؒ نے کہا کہ پھر عمل کس کے قول پر اور کس طرح کریں؟ تو فرمایا کہ:۔

﴿تقلّد ایھم شئت﴾

''ان میں سے جس کا چاہو اتباع کرلو۔''

(جامع بیان العلم ـ ص ۸۳، ج ۲)

حضرت ابی بن کعبؓ اور عبداللہ ابن مسعودؓ میں ایک مسئلہ میں باہمی اختلاف ہو رہا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے سنا تو غضب ناک ہو کر باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ افسوس! رسول ﷺ کے اصحاب میں سے دو ایسے شخص باہم جھگڑ رہے ہیں جن کی طرف لوگوں کی نظریں ہیں اور جن سے لوگ دین کا استفادہ کرتے ہیں۔ پھر ان دونوں کے اختلافات کا فیصلہ اس طرح فرمایا کہ:

﴿صدق اُبیؓ ولم یألِ ابن مسعودؓ﴾

''صحیح بات تو ابی ابن کعبؓ کی ہے مگر اجتہاد میں کوتاہی ابن مسعودؓ نے بھی نہیں کی۔''

(جامع بیان العلم ـ ص ۸٤، ج ۲)

حضرت فاروق اعظمؓ کے اس ارشاد سے ایک تو یہ بات ثابت ہوئی کہ اجتہادی مسائل و اختلافات میں ایک کا قول صحیح ہوتا ہے اور دوسرا اگرچہ صواب نہیں مگر اس پر ملامت بھی نہیں کیجا سکتی۔ ایسے ہی اختلاف کے متعلق جس میں صحابہ اکرامؓ کی دو رائیں ہوں، امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ:۔

''متضاد اقوال میں سے ایک خطاء ہے، مگر اس کی خطا کا گناہ معاف کر دیا گیا ہے۔''

(جامع بیان العلم ـ ص ۸۳، ج ۲)

دوسری بات حضرت فاروق اعظمؓ کے اس ارشاد سے یہ معلوم ہوئی کہ ایسے اجتہادی مسائل میں اختلاف پر زیادہ زور دینا اہل علم کے لئے مناسب نہیں، جس سے ایک دوسرے پر ملامت یا نزاع وجدل کے خطرات پیدا ہو جائیں۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ:۔

''علم میں جھگڑا اور جدال نورِ علم کو انسان کے قلب سے نکال دیتا ہے۔ کسی نے عرض نے کی کہ ایک شخص جس کو سنّت کا علم حاصل ہے، کیا وہ حفاظتِ سنت کیلئے جدال کرسکتا ہے۔ فرمایا کہ نہیں بلکہ اس کو چاہیئے کہ مخاطب کو صحیح بات سے آگاہ کر دے پھر وہ قبول کرے تو بہتر، ورنہ سکوت اختیار کرے۔ نزاع وجدال سے پرہیز کرے۔''

اسی کے ساتھ صحابہ اکرامؓ، تابعین اور ائمہ مجتہدین کے دور کی وہ تاریخ بھی سامنے رکھنا ضروری ہے کہ اُن میں تعبیر کتاب وسنت کے ماتحت جو اختلافِ رائے پیش آیا ہے، اُس پوری تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں کہ اُس نے جنگ وجدال کی صورت اختیار کی ہو۔ باہمی اختلاف ومسائل کے باوجود ایک

دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا اور تمام برادرانہ تعلقات کا قائم رہنا اس پوری تاریخ کا اعلیٰ شاہکار ہے۔ امام مظلوم حضرت عثمان غنیؓ باغیوں کے نرغے میں محصور تھے اور یہی باغی نمازوں میں امامت کراتے تھے، تو امام مظلوم نے مسلمانوں کو ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی ہدایت فرمائی اور عام ضابطہ یہ بتا دیا کہ:۔

﴿اِذَاهُمْ اَحْسَنُوْا فَاَحْسِنْ مَعَهُمْ وَاِنْ اَسَاءُ وْافَاجْتَنِبْ اَسَائَتُهُمْ﴾

''جب وہ کوئی نیک کام کریں تو ان کے ساتھ تعاون کرو اور جب وہ کوئی بُرا کام کریں تو اس سے اجتناب کرو۔''

اس ہدایت کے ذریعے حضرت عثمان غنیؓ نے اپنی جان پر کھیل کر مسلمانوں کو اس قرآنی ارشاد :۔

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّوَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

(المائدہ: ۲)

''اور باہم تعاون کرو نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں اور تعاون نہ کرو گناہ اور زیادتی کے کاموں میں۔''

کی صحیح تفسیر بتا دی اور باہمی انتشار اور فرقہ بندی کا دروازہ بند کر دیا۔ اسی فتنے کے آخر میں جب حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان میدان جنگ گرم تھا۔ عین اس وقت روم کی عیسائی سلطنت کی طرف سے حضرت معاویہؓ کو اپنے ساتھ ملانے اور ان کی مدد کرنے کا پیغام ملا تو حضرت معاویہؓ کا جواب یہ تھا کہ:۔

''اے رومی کتے! ہمارے اختلاف سے دھوکہ نہ کھاؤ، اگر تم نے مسلمانوں کی طرف رُخ کیا تو حضرت علیؓ کے لشکر کا پہلا سپاہی جو تمہارے مقابلے کے لئے نکلے گا، وہ معاویہ ہوگا۔''

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ باہمی اختلاف جو منافقین کی گہری سازشوں سے تشدّد کا رُخ اختیار کر چکا تھا، اس میں بھی اسلام کے بنیادی حقائق کسی کی نظر سے اوجھل نہیں ہوئے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب :۔

یہاں اصول دین اور اسبابِ اختلاف سے ناواقف لوگوں کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ ''یہ کیسے ممکن ہے کہ شریعت میں ایک چیز حلال بھی ہو اور حرام بھی ہو، جائز بھی ہو اور ناجائز بھی۔ ظاہر ہے کہ دونوں میں ایک غلط اور ایک صحیح ہوگا۔ پھر دونوں جانب یکساں احترام کیسے باقی رہ سکتا ہے، انسان جس کو غلط سمجھتا ہے اس کو غلط کہنا عین دیانت ہے۔''

جواب یہ ہے کہ یہ آراء کا اختلاف مطلق حلال وحرام اور جائز ناجائز میں نہیں، کیونکہ قرآن وسنت کے منصوصات اور تصریحات کے اعتبار سے کچھ چیزیں واضح طور پر حرام ہیں۔ جیسے سُود، شراب، جُوا، رشوت وغیرہ ان میں دو رائیں نہیں ہوسکتیں اور نہ سلفِ صالحین کا ان میں کہیں اختلاف ہوسکتا تھا اور ان میں اختلاف کرنا دراصل دین کے تعلیمات اور واضح نصوص کا انکار کرنا ہے جو باِتفاقِ امت گمراہی اور ہلاکت ہے اور جو ایسا کرے، اس سے بیزاری اور برائت کا اعلان کرنا عین تقاضائے ایمان ہے اور اس میں رواداری کا مطالبہ ممنوع ہے۔

یہ رواداری کی تلقین اور اختلافِ رائے کے باوجود اپنے مخالف کی رائے کا احترام صرف ایسے مسائل میں ہے جو قرآن وسنت میں واضح طور پر مذکور نہیں یا مذکور ہیں تو ایسے اجمال یا ابہام کے ساتھ کہ ان کی تشریح وتفسیر کے بغیر ان پر عمل نہیں ہوسکتا یا دو آیتوں یا دو روایتوں میں بظاہر کچھ تعارض (Contradiction) نظر آتا ہے، ان سب صورتوں میں مجتہد عالم دین کو قرآن وسنت اور صحابہ اکرامؓ کے عمل میں غور وفکر کر کے یہ فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ اس کا منشاء اور مفہوم کیا ہے، اور اس سے کیا احکام نکلتے ہیں۔ اس صورت میں ممکن ہے کہ ایک مجتہد عالمِ دین اصولِ اجتہاد کے مطابق قرآن وسنت اور صحابہ کے عمل میں غور وفکر کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ فلاں کام جائز ہے اور دوسرا عالم مجتہد ان ہی اصولوں میں پورا غور وفکر کر کے اس کے ناجائز ہونے کو صحیح سمجھے۔ ایسی صورت میں یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اجر وثواب کے مستحق ہیں اور کسی پر کوئی عتاب نہیں۔ جس کی رائے اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحیح ہے اس کو دوہرا اجر وثواب اور جس کی رائے صحیح نہیں اس کو ایک اجر ملے گا۔

فرقہ واریت کے اسباب :-

اب ہم ان اسباب اور عوامل کو سمجھتے ہیں جو مسلمانوں میں باہمی رنجشیں اور انتشار کا سبب بنے ہوئے ہیں اور افسوس! اس بات کا ہے کہ اس کو " خدمت دین " سمجھ کر اختیار کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں جنگ وجدل کا ایک بہت بڑا سبب فقہی اور اجتہادی مسائل میں گروہ بندی، تعصب اور اپنی اختیار کردہ راہِ عمل کے خلاف دوسری رائے کو عملاً باطل اور گناہ قرار دینا اور اُس پر عمل کرنے والوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا جو اہل باطل اور گمراہوں کے ساتھ کرنا چاہیے تھا۔ ہمارے معاشرے میں بعض حضرات کا غلو تو یہاں تک بڑھا ہوا ہے کہ اپنے سے مختلف رائے رکھنے والوں کی نماز کو فاسد اور ان کو تارکِ قرآن سمجھ کر اپنے مخصوص مسلک کی اس طرح دعوت دیتے ہیں جیسے کسی منکرِ اسلام کو اسلام کی دعوت دی جا رہی ہو اور اسی کو دین کی سب سے بڑی خدمت سمجھے ہوئے ہیں۔

معلوم نہیں کہ یہ حضرات اسلام کی بنیادوں پر چاروں طرف سے حملہ آور طوفانوں سے باخبر نہیں یا جان بوجھ کر اس سے نظریں چراتے ہیں۔ اس وقت جبکہ ایک طرف کھلے کفر یعنی عیسائیت اور سیکولرزم نے پورے اسلامی ممالک اور اسلامی معاشرے میں گھیرا ڈالا ہوا ہے اور یہ دونوں کفر طوفانی رفتار کے ساتھ اسلامی ممالک میں پھیل رہے ہیں، صرف پاکستان میں ہزاروں کی تعداد ہر سال مرتد ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف کفر، نفاق، اور گمراہی خود اسلام کا نام لینے والوں میں کہیں قادیانیت اور مرزائیت کے لباس میں، کہیں پرویزیت اور انکارِ حدیث کے عنوان سے، کہیں مغرب سے درآمد کی ہوئی نام نہاد روشن خیالی، اعتدال پسندی کے ذریعے اور اسلام کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنے کے طریقوں سے، ہمارے ایمان پر ڈاکہ ڈال رہے ہیں، اور یہ تمام چیزیں پہلے ذکر کردہ کفر سے اس لئے زیادہ خطرناک ہیں کہ یہ اسلام اور قرآن کے عنوان سے آتے ہیں، جن کے جال میں سیدھے سادھے جاہل عوام کا تو ذکر ہی کیا ہمارے جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کی اکثریت اس لئے آجاتی ہیں کہ نئی تعلیم اور نئی تہذیب نے ان کو دینی تعلیم اور اسلامی اصولوں سے اتنا دور پھینک دیا ہے کہ وہ مادّی علوم وفنون کے ماہر کہلانے کے باوجود مذہب اور دین کی ابتدائی معلومات سے بھی محروم کر دیے گئے ہیں اور اس کے علاوہ اس

کھلے اور چھپے کفر کی ان ساری اقسام سے بھی اگر کچھ خوش نصیب مسلمان بچ جائیں تو فحاشی، عریانی، ننگے ناچ، رقص وسرور کی محفلوں، گھر گھر ریڈیو اور ٹی وی کے فلمی گانوں اور سینماؤں کی زہریلی فضاؤں سے کون ہے جو بچ نکلے......؟

مسلمانوں کی موجودہ زبوں اور اہل علم کا تغافل :-

اسلام اور قرآن کا نام لینے والے مسلمان آج سارے جرائم اور بداخلاقیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، ہمارے بازار جھوٹ، فریب، سود اور جوئے سے بھرے ہوئے ہیں اور ان کے چلانے والے کوئی یہودی نہیں، ہندو بنئے نہیں بلکہ اسلام کا نام لیوا ہیں۔ ہمارے سرکاری محکمے رشوت، ظلم وستم، کام چوری، بے رحمی اور سخت دلی کی تربیت گاہیں بنے ہوئے ہیں اور ان کے کارفرما بھی نہ انگریز ہیں نہ ہندو بلکہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام لینے والے اور روزِ آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ ہماری عوام علمِ دین سے کوری، جہالتوں میں ڈوبی ہوئی، دین کے فرائض واجبات سے بیگانہ، مشرکانہ رسموں اور کھیل تماشوں کی دلدادہ ہے۔

ان حالات میں کیا علماء پر یہ واجب نہیں کہ وہ غور وفکر سے کام لیں اور سوچیں کہ اس وقت ہمارے آقا رسول ﷺ کا مطالبہ اور توقع اہلِ علم سے کیا ہوگی؟ اور اگر محشر میں آپ ﷺ نے ان سے سوال کر لیا کہ میرے دین اور شریعت پر اس طرح کے حملے ہو رہے تھے، میری امت اس بدحالی مبتلا تھی اور تم وراثتِ نبوت کے دعوے دار کہاں تھے؟ تم نے اس وراثت کا کیا حق ادا کیا؟ تو کیا ان کا یہ جواب کافی ہوگا کہ ہم نے رفع یدین کے مسئلہ پر ایک کتاب لکھ دی تھی یا کچھ طلبہ کو شرح جامی کی بحث حاصل محصول خوب سمجھائی تھی یا حدیث میں آنے والے اجتہادی مسائل پر بڑی دلچسپ تقریریں کی تھیں یا صحافیانہ زورِ قلم اور فقرہ بازی کے ذریعے دوسرے مسلک کے علماء وفضلاء کو خوب ذلیل کیا تھا۔

فقہی اور اجتہادی مسائل میں علمی بحث وتمحیص گو مذموم نہیں، اگر وہ اپنی حد کے اندر اخلاص سے اللہ کے لیے ہو، لیکن جب ہم اسلام اور ایمان کی بنیادیں متزلزل کر دینے والے فتنوں کی خبر سنتے ہیں، اللہ اور اس رسول ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی بلکہ استہزا وتمسخر اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور کانوں سنتے

ہوں مگر ہمارے کان پر جُوں نہ رینگتی ہو تو اس بات کی کیا توقع کی جاسکتی ہے کہ یہ فروعی و فقہی بحثیں ہم اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کیلئے کر رہے ہیں، اگر ان میں واقعی کچھ للّٰھیت اور اخلاص ہوتا تو ان حالات کے تحت اسلام اور دین کے تقاضوں کو پہچانتے اور فقہی اختلافات سے زیادہ اصولِ اسلام کی حفاظت میں لگے ہوتے۔

ہم نے علمی اور دینی خدمت کو انہی فقہی اختلافات تک محدود رکھا ہوا ہے اور اپنی کوشش اور عمل کی پوری توانائی اسی کام پر لگا رکھی ہے۔ اسلام کے اصولی و بنیادی مسائل اور ایمان کی سرحدوں کو دشمنوں کی یلغار کے لئے خالی چھوڑ دیا ہے، لڑنا کس محاذ پر چاہیئے تھا اور ہم نے طاقت کس محاذ پر لگا دی۔

اِنَّا لِلّٰہ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن.

ایک اہم سبق آموز واقعہ :۔

مفتی شفیعؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیریؒ کی خدمت میں ایک دن نماز فجر کے وقت اندھیرے میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت سر پکڑے ہوئے بہت غمزدہ بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا مزاج کیسا ہے۔؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! ٹھیک ہی ہے میاں، مزاج کیا پوچھتے ہو، عمر ضائع کر دی......!

میں نے عرض کیا حضرت! آپ کی ساری عمر علم کی خدمت میں اور دین کی اشاعت میں گزری ہے۔ ہزاروں آپ کے شاگرد علماء ہیں جو آپ سے مستفید ہوئے اور خدمت دین میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ کی عمر اگر ضائع ہوئی تو پھر کس کی عمر کام میں لگی۔ تو حضرت نے فرمایا کہ ''میں تمہیں صحیح کہتا ہوں کہ اپنی عمر ضائع کر دی!'' میں نے عرض کیا کہ حضرت اصل بات کیا ہے......؟

فرمایا ''ہماری عمر کا، ہماری تقریروں کا، ہماری ساری کوششوں کا خلاصہ یہ رہا کہ دوسرے مسلکوں پر حنفی مسلک کی ترجیح قائم کر دیں، امام ابوحنیفہ کے مسائل کے دلائل تلاش کریں، یہ رہا ہے محور ہماری کوششوں کا، تقریروں کا اور علمی زندگی کا۔۔! اب غور کرتا ہوں کہ کس چیز میں عمر برباد کی......!

پھر فرمایا ''ارے میاں! اس بات کا کہ کونسا مسلک صحیح تھا اور کون سا خطا پر اس کا راز تو کہیں حشر میں بھی نہیں کھلے گا اور نہ دنیا میں اس کا فیصلہ ہو سکتا ہے......اور نہ ہی قبر میں منکر نکیر پوچھیں گے کہ رفع یدین حق تھا یا ترکِ رفع یدین حق تھا؟ (نماز میں) آمین زور سے کہنا حق تھا یا آہستہ کہنا حق تھا، برزخ میں بھی اسکے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا اور قبر میں بھی یہ سوال نہیں ہوگا......، روزِ محشر اللہ تعالیٰ نہ امام شافعیؒ رسوا کرے گا نہ امام ابوحنیفہؒ کو نہ امام مالکؒ کو نہ امام احمد بن حنبلؒ کو اور نہ میدان حشر میں کھڑا کر کے یہ معلوم کرے گا کہ امام ابوحنیفہؒ نے صحیح کہا تھا یا امام شافعیؒ نے غلط کہا تھا، ایسا نہیں ہوگا۔

تو جس چیز کا نہ دنیا میں کہیں نکھرنا ہے نہ برزخ میں نہ محشر میں، اس کے پیچھے پڑ کر ہم نے اپنی عمر ضائع کر دی اور جو ''صحیح اسلام'' کی دعوت تھی، جو سب کے نزدیک مجمع علیہ، اور وہ مسائل جو سبھی کے نزدیک متفقہ تھے اور دین کی جو ضروریات سبھی کے نزدیک اہم تھیں، جن کی دعوت انبیاء کرام لے کر آئے تھے، جن کی دعوت کو عام کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تھا، وہ منکرات جن کو مٹانے کی کوشش ہم پر فرض کی گئی تھی، آج اس کی دعوت تو نہیں دی جا رہی، یہ ضروریاتِ دین تو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو رہی ہیں اور اپنے و اغیار سبھی دین کے چہرے کو مسخ کر رہے ہیں اور وہ منکرات جن کو مٹانے میں ہمیں لگے ہونا چاہیئے تھا، وہ پھیل رہے ہیں، گمراہی پھیل رہی ہے، الحاد آ رہا ہے، شرک و بت پرستی چلی آ رہی ہے، حرام و حلال کا امتیاز اُٹھ رہا ہے لیکن ہم لگے ہوئے ہیں ان فرعی و فروعی بحثوں میں۔۔!

اس لئے غمگین بیٹھا ہوں اور محسوس کر رہا ہوں کہ عمر ضائع کر دی......''

پیغمبرانہ طریقہ دعوت کو نظر انداز کرنا :۔

ہماری تبلیغ ودعوت اوراصلاحی کوششوں کو بے کار کرنے ،تفرقہ اور جنگ وجدل کی خلیج کووسیع کرنے میں سب سے زیادہ دخل اس چیز کو ہے کہ آجکل اہل زبان اوراہل قلم علماء نے عموماً دعوت واصلاح کے پیغمبرانہ طریقوں کونظر انداز کر کے صحافیانہ زبان اورفقرے چست کرنے ہی کو بات میں وزن پیدا کرنے اورمئوثر بنانے کا زریعہ سمجھ لیا ہے اور تجربے ومشاہدے سے یہ بات واضح ہے کہ یہ ایک ایسا منحوس طریقہ ہے کہ اس سے خطا کار یا گمراہ کی اصلاح کی کبھی توقع نہیں کی جاسکتی ۔ یہ طریقہ کار ان کی ضِد کو اورہٹ دھرمی کواور زیادہ مضبوط کر دیتا ہے اوراصلاح کے بجائے دلوں میں دشمنی کے بیج بوتا ہے اور عداوت کی آگ بھڑکاتا ہے ،البتہ اتنا ضرور ہے کہ اپنے معتقدین اور چاہنے والوں کیلئے کچھ دیر کا سامانِ تفریح مہیا ہوجاتا ہے اوران کی داد دینے اورواہ واہ کرنے سے لکھنے والے بھی یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ہم نے دین کی بہت بڑی خدمت انجام دی ۔

افسوس کی بات ہے کہ دین کیلئے کام کرنے والوں کی معاشرے میں اوّل تو تعداد ہی کم ہے اور جو ہے وہ عموماً قرآن وسنت کی بنیادی تعلیمات کوصرفِ نظر کرتے ہوئے جزوی اورفقہی مسائل میں الجھ کر رہ گئی ہے ۔ چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ معرکہء جدال بنا ہوا ہے ،جس کے پیچھے غیبت ، جھوٹ ، ایذاء رسانی ، بہتان والزام تراشی ، استہزاء و مذاق جیسے متفقہ '' گناہِ کبیرہ '' کی بھی پرواہ نہیں کی جاتی ۔ دین کے نام پر اللہ کے گھروں میں جھگڑا اورقتل وغارت گری ہوتی ہے اورنوبت پولیس اورعدالتوں تک پہنچتی ہے ۔اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا

قرآن وحدیث میں اسی چیز کا نام تفرقہ ہے جو جائز اختلاف رائے سے ایک الگ چیز ہے ۔ قرآن میں بنی اسرائیل کی فرقہ بندی کو بیان کر کے اہل اسلام کو خبردار کیا گیا ہے کہ وہ ان کے طریقہ پر نہ جائیں ۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ :۔

﴿ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۭ ﴾

(شوریٰ :۱۴)

'' اور یہ لوگ نہیں ہوئے گروہ درگروہ مگر یہ کہ علم آچکنے کے بعد آپس کی ضِد کی وجہ سے''

امام التفسیر حضرت ابو العالیہؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ لفظ ''بَغْیاًۢ بَیْنَھُمْ '' میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اختلاف کبھی جنگ وجدل اور عداوت تک دین کی وجہ سے نہیں پہنچتا ، بلکہ

'' بَغْیاً عَلَی الدُّنْیَا وَمُلْکِھَا وَزُخْرُفِھَا وَزِیْنَتِھَا وَ سُلْطَانِھَا ''

'' یہ عداوت جب بھی غور کرو تو اس کا سبب دنیا اوراس کا مال ،اس کی زیب وزینت ،اس کی چودراہٹ کی وجہ سے ہوتا ہے''

یہ ہی وہ چیز ہے جس کونفس اورشیطان خدمتِ دین کا عنوان دیکر مزین کر دیتا ہے ورنہ اس طرح کے اختلاف رائے کی حدود وہی ہے کہ مثبت طور پر اپنے عمل کوایک جانب صحیح سمجھ کر اختیار کرلیں اوراس سے مختلف مسلک رکھنے والوں سے لڑتے نہ پھریں ۔

جس طرح دنیا میں انسان جب بیمار ہوتا ہے تو اپنے علاج کیلئے کسی ایک حکیم یا ڈاکٹر کا انتخاب کر کے صرف اسی کے قول پر بھروسہ کرتا ہے اوراسی کی ہدایات پر عمل کرتا ہے مگر دوسرے ڈاکٹروں کو بُرا بھلا نہیں کہتا پھرتا ۔اسی طرح کسی شخص کو وکیل بنا کر ہم اپنا مقدمہ اس کے سپرد کر دیتے ہیں مگر دوسرے وکلاء سے لڑتے نہیں پھرتے ،اجتہادی وفقہی معاملات میں بھی ٹھیک یہی طرزِ عمل ہمارا ہونا چاہیئے ۔

پیغمبرانہ طریقہء دعوت :۔

اگر ہم اللہ کے رسولوں اور پیغمبروں کی دعوت کا طریقہ ملاحظہ فرمائیں تو اس کے الفاظ سادہ ، فہم انسانی کے مطابق ، ہمدردی سے لبریز اور نرم ہوتے ہیں ۔ وہ مخالفین کی سخت ترین بدکلامی سن کر بھی جواب سادہ اور نرم دیتے ہیں ،فقرے نہیں کستے ،دل میں ہمدردی کا جذبہ ہوتا ہے کہ کس طرح یہ حق بات قبول کرلے ۔ اس کیلئے حکمت کے ساتھ تدبیریں کرتے ہیں ۔

حقیقت یہ ہے کہ دعوت واصلاح کا کام انبیاء اکرام اوران کے اصل وارث ہی کر سکتے ہیں جو قدم قدم پر اپنا خون پیتے ہیں اور دشمن کی خیرخواہی اور ہمدردی میں لگے رہتے ہیں ۔ان کی رفتار وگفتار میں

کسی مخالف پر لعن طعن کا شائبہ نہیں ہوتا، وہ مخالف کے جواب میں فقرے چست کرنے کی فکر نہیں کرتے، وہ ان پر الزام تراشی کا پہلو بھی اختیار نہیں کرتے، اسی کا یہ اثر ہوتا ہے کہ چند روز کی مخالفتوں کے بعد بڑے بڑے سرکشوں کو ان کے سامنے جھکنا پڑتا ہے اور ان کی بات کو ماننا پڑتا ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ ہم اسوہء انبیاء علیہم السلام سے اتنے دور جا چکے ہیں کہ ہمارے کلام وتحریر میں ان کی کسی بات کا رنگ نہ رہا۔ آج کے مبلّغ اور اصلاح کا کام کرنے والوں کا کمال یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ مخالف گروہ پر طرح طرح کے الزام لگا کر ان کو رُسوا کریں اور فقرے ایسے چست کریں کہ سُننے والا دل پکڑ کر رہ جائے ، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن.

اللہ تعالیٰ تو اپنے انبیاء اکرام کو جب مقام دعوت پر کھڑا کرتے ہیں تو موسیٰ و ھارون علیھما السلام جیسے اولو العزم پیغبروں کو فرعون جیسے سرکش کافر کی طرف بھیجتے وقت یہ ہدایت نامہ دیکر بھیجتے ہیں کہ :۔

﴿ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلاً لَيِّناً لَعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْيَخْشيٰ ﴾ (طٰهٰ : ٤٤)

"فرعون سے نرمی سے بات کرنا شاید کہ وہ راستے پر آجائے
یا اللہ تعالیٰ سے سے ڈرجائے۔"

آج ہمارے علماء، مبلّغین اور اصلاح کرنے والوں میں کوئی حضرت موسیٰ و ھارون علیھما السلام سے زیادہ ہادی اور رہبر نہیں ہوسکتا اور ان کے مخاطب فرعون سے زیادہ گمراہ نہیں ہوسکتے تو ان کیلئے کیسے جائز ہوگیا کہ جس سے ان کا کسی رائے میں اختلاف ہوجائے تو اس کی پگڑی اُچھالیں، ٹانگیں کھینچنے کی فکر میں لگ جائیں اور استہزا اور مذاق کے ساتھ اس پر فقرے چست کریں اور پھر دل میں خوش ہوں کہ ہم نے دین کی بڑی خدمت انجام دی اور لوگوں سے اس بات کی توقع کریں کہ ہماری خدمات کو قبول کریں اور سراہیں۔

"اقامتِ دین کا فریضہ" نظروں سے اوجھل :۔

اگر ہم اسلام کے بنیادی اصول کی حفاظت، کفر اور بے دینی کے سیلاب کی روک تھام کے اہم مقصد کو صحیح معنوں میں اپنی زندگی کا اصل مقصد بنالیں تو یہ وہ نقطۂ وحدت ہے کہ جس پر مسلمانوں کے سارے مسلک اور ساری جماعتیں جمع ہوکر کام کرسکتیں ہیں اور اسی وقت اس سیلاب کے مقابلہ میں کوئی مضبوط بند باندھا جاسکتا ہے۔ لیکن حالات کا جائزہ یہ بتا رہا ہے کہ یہ اصل مقصد ہی ہماری نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ اس لئے ہماری توانائی اور علم وتحقیق کا سارا زور آپس کے اختلافی مسائل پر صَرف ہوتا ہے اور یہی مسائل ہمارے جلسوں، وعظوں، رسالوں اور اخباروں کا موضوعِ بحث بنے رہتے ہیں۔ اس وجہ سے ہمارے عوام یہ سمجھنے پر مجبور ہوجاتے ہیں کہ دین اسلام ان ہی چیزوں کا نام ہے اور اس وجہ سے جس رُخ کو ہمارے عوام نے اختیار کرلیا ہے کہ اپنے مسلک کے خلاف دوسرے کی رائے کو گمراہی اور اسلام دشمنی سے تعبیر کرتے ہیں جس کے نتیجے میں ہماری وہ طاقت جو کفر، بے دینی اور معاشرے میں بڑھتی ہوئی بے حیائی کے مقابلہ میں خرچ ہونی چاہیے تھی، وہ آپس کی جنگ وجدل میں خرچ ہونے لگتی ہے۔ اسلام اور ایمان ہمیں جس محاذ پر لڑنے اور قربانی دینے کیلئے پکارتا ہے وہ محاذ دشمنوں کی یلغار کے لئے خالی نظر آتا ہے۔ ہمارا معاشرہ سماجی بُرائیوں سے پُر ہے، اعمال واخلاق برباد ہیں، معاملات ومعاہدات میں فریب ہے، سُود، جوا، شراب، خنزیر، بے حیائی، بدکاری ہماری زندگی کے ہر شعبے پر چھا گئے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ انبیاء اکرام کے وارث ہونے کے دعویدار اور ملک وملت کے نگہبانوں کو آج اپنے نظریاتی اختلاف رکھنے والوں پر جتنا غصہ آتا ہے، اس سے آدھا بھی ان خدا کے باغیوں پر نہیں آتا جو انسانیت کو ظلم وستم کی چکی میں پیس رہے ہیں، اور آپس کے اختلاف کے وقت جس "جوشِ ایمانی" کا اظہار ہوتا ہے وہ ایمان کے اس محاذ پر کیوں ظاہر نہیں ہوتا۔ ہمارا زورِ بیان اور زورِ قلم جس شان سے اپنے اختلافی مسائل میں جہاد کرتا ہے اس کا کوئی حصہ بھی اسلام کی سرحدوں اور اصولِ ایمانی پر ہونے والی یلغار کے مقابلہ میں کیوں صَرف نہیں ہوتا؟ مسلمانوں کو مرتد بنانے والی

کوششوں کے مقابلے میں ہم سب بنیانِ مرصوص (سیسہ پلائی ہوئی دیوار) کیوں نہیں بن جاتے؟

ہماری دینی جماعتیں جو تعلیمِ دین یا ارشاد و تلقین یا دعوت و تبلیغ اور معاشرے کی اصلاح کیلئے قائم ہیں اور اپنی اپنی جگہ مفید خدمت بھی انجام دے رہی ہیں، ان میں بہت سے علماء وصلحاء اور مخلصین کام کر رہے ہیں اگر یہی متحد ہو کر تقسیم کار کرکے ذریعہ دین میں پیدا ہونے والے تمام رخنوں کی روک تھام کی فکر کریں اور امکانی حد تک باہم تعاون کرنے لگیں اور '' اقامتِ دین '' کے مشترک مقصد کے خاطر ہر جماعت کو اپنا دست و بازو سمجھیں اور دوسروں کے کام کی ایسی ہی قدر کریں جیسے اپنے کام کی کرتے ہیں تو مختلف جماعتیں اپنے اپنے نظام کے اندر رہتے ہوئے بھی اسلام کی ایک عظیم الشان طاقت بن سکتی ہیں اور اس ایک عمل کے ذریعے اکثر دینی ضرورتوں کو پورا کرسکتی ہیں۔

کرنے کا اصل کام:۔

اس لئے ملت کا درد اور اسلام وایمان کے اصول ومقاصد پر نظر رکھنے والے حضراتِ علماء سے دردمندانہ گزارش ہے کہ وہ مقصد کی اہمیت اور نزاکت کو سامنے رکھیں۔

سب سے پہلے تو اپنے دلوں میں اس بات کا عہد کریں کہ اپنی علمی و عملی صلاحیت اور زبان وقلم کے زور کو زیادہ سے زیادہ دین کی بنیادی دعوت اور اس کی حفاظت کے لئے لگائیں گے کہ جس کیلئے قرآن حدیث آپ کو بلا رہے ہیں۔اس حوالے سے چند باتیں پیشِ نظر رہیں:۔

(۱) علماء اکرام اس بات کا عہد کریں اور فیصلہ بھی کہ دین کے اس متفقہ کام کے لئے اپنے موجودہ مشاغل میں سب سے زیادہ وقت اس کام لئے نکالیں گے۔

(۲) آپس کے فقہی اور اختلافی مسائل کو صرف اپنے حلقہء درس، تصنیف و تالیف اور فتوے تک محدود رکھیں گے۔عوامی جلسوں، اخباروں، اشتہاروں، باہمی مناظروں اور جھگڑوں کے ذریعے ان کو نہ اچھالیں گے اور پیغمبرانہ اصولِ دعوت اور اصلاح کو سامنے رکھتے ہوئے دلخراش عنوانات، لعن طعن، استہزا اور مذاق، اور صحافیانہ فقرہ بازی سے گریز کریں گے۔

(۳) معاشرے میں پھیلی ہوئی سماجی برائیوں کی اصلاح کے لئے دلنشین عنوان اور عاجزانہ لب و لہجے کے ساتھ کام شروع کریں گے۔

(۴) کفر، بے دینی اور تحریف قرآن وسنت کے مقابلے کے لئے پیغمبرانہ اصولِ دعوت کے تحت حکیمانہ تدبیروں، عاجزانہ و ناصحانہ بیانوں اور دلنشین دلائل کے ذریعے ''مجادلہ بالتی ھی احسن'' (بحث اچھی طریقے کے ساتھ) کے ساتھ اپنے زورِ بیان اور زورِ قلم کو وقف کریں گے۔

امید ہے کہ حضراتِ علماء ان گزارشات پر خلوصِ دل سے عمل کریں گے، اور اگر ایسا ہو گیا تو اللہ کی مدد ضرور شاملِ حال ہو گی اور:

﴿اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ﴾ (سورۃ محمد:۷)

''اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔''

کا وعدہ اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا دیکھیں گے۔انشآء اللّٰہ۔

دوسرا حصہ ''اہم مسلک نہیں دین ہے'' از ڈاکٹر اسرار احمد

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ﴾

(سورۃالشوریٰ :۱۳)

محترم حاضرین وخواتین! اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ...... میں نے ابھی سورہ شوریٰ کی آیت 13 کا ایک حصہ تلاوت کیا......اس میں اللہ نے ارشاد فرمایا کہ :۔

''اے مسلمانو! ہم نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے جس کی وصیت کی تھی ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اور جس کی وحی کی ہے (اے محمد ﷺ!) ہم نے آپ کی طرف اور جس کی وصیت کی تھی ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) اور موسیٰ (علیہ السلام) اور عیسیٰ (علیہ السلام) کو کہ اس دین کو قائم کرو اور دین کے معاملے میں پھوٹ نہ ڈالو''

اس آیت سے جو نتیجے ہمارے سامنے نکلتے ہیں وہ میں چاہتا ہوں کہ ایک ایک کر کے ہم ذہن نشین کر لیں۔

دین اور شریعت کا فرق:۔

اس آیت کا پہلا نتیجہ یہ ہے کہ دین ہمیشہ سے ایک ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں ...... دین موسیٰ علیہ السلام ......عیسٰی علیہ السلام ...... ابراہیم علیہ السلام ...... ہو دعلیہا لسلام ...... صالح علیہ السلام ......شعیب علیہ السلام ......سب کا ایک ہی ہے ...... ہاں البتہ شریعتیں جدا جدا ہیں ...... ہمیں معلوم ہے کہ شریعت موسوی مختلف ہے اور شریعت محمدیؐ مختلف ہے۔ ان کے ہاں نماز کا اور طریقہ تھا......، ہمارے ہاں اور ہے......ان کے ہاں روزے کے اور احکام تھے...... ہمارے ہاں اور ہیں ......تو شریعت میں فرق ہے، دین میں فرق نہیں ہے...... دین ایک ہی ہے......اس نکتہ کو اچھی طرح سمجھ لیجئے......!

تو دین کیا ہے......؟ دین اصل میں کہتے ہیں دَانَ یَدِیْنُ کسی کی اطاعت کرنا۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ ''کَمَا تَدِیْنُ تُدَان'' ''جیسا کروگے، ویسا بھروگے'' ......اسی طرح جان لیجئے کی دین کے معنی بدلہ کے بھی ہے......اور ہم جانتے ہیں کہ بدلہ کسی قانون کے تحت دیا جاتا ہے......اور قانون کسی نظام کے تحت بنتا ہے......تو ان سب معنی میں دین کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے...... تو جان لیجئے کہ دین یعنی نظام ہمیشہ سے ایک ہے......اور اس نظام کی پہلی بات کیا ہے کہ حاکمیت صرف اللہ کے لئے...... ﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ﴾...... وہی بادشاہ حقیقی ہے،......وہ مالک الملک ہے اور وہ اپنی بادشاہی میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ جیسا کہ فرمایا کہ :۔

''اور کہو کہ سب تعریف اللہ ہی کو ہے جس نے نہ تو کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ اور نہ اُس کی بادشاہی میں کوئی شریک ہے۔ اور نہ اس وجہ سے کہ وہ عاجز و ناتواں ہے نہ اُس کا کوئی مددگار ہے۔ اور اُس کو بڑا جان کر اُس کی بڑائی کرتے رہو۔ (بنی اسرائیل: ۱۱۱)

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے ع
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

آج حاکم کون ھے......؟

اب اس کا تقابل کر لیجئے آج حاکم کون ہے......ہم سب جانتے ہیں کہ ''جمہور'' کی حاکمیت ہے اور جان لیجئے یہ شرک ہے کفر ہے......حاکمیت کا اختیار اللہ کے سوا کسی کو نہیں...... پہلے زمانے میں افراد بادشاہ بن کر بیٹھ جاتے تھے اور وہ خدائی کے دعویدار ہو جاتے تھے......جیسا کہ فرعون بادشاہ تھا......اس نے کہا :۔

﴿ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴾

(سورۃ النازعات:۲۳)

''میں تمہارا آقا ہوں، سب سے بڑا آقا ۔''

﴿ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ج اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴾

(سورة الاعراف: ٥١)

"اے قوم! کیا مصر کی حکومت میرے ہاتھ میں نہیں؟ اور یہ نہریں جو میرے (محلوں کے) نیچے بہہ رہی ہیں (میری قبضے میں نہیں ہیں)؟ کیا تم دیکھتے نہیں؟"

اسی طرح نمرود کا دعویٰ تھا میں خدا ہوں...... یہ اُس دور کا بدترین شرک تھا......اب کیا ہوا اس دنیا میں جسے ہم **Modern World** کہتے ہیں...... پہلے ایک بادشاہ ہوتا تھا حاکمیت کا مدعی...... آج عوام مدعی ہو گئے کہ تو ہم سب حاکم ہیں......اس سے نوعیت تو نہیں بدلی جیسا کفر وہ تھا ویسا کفر یہ ہے......جیسا شرک وہ تھا ویسا شرک یہ ہے......اس کو یوں سمجھئے کہ اگر گندگی، نجاست کی بہت بڑی ٹوکری ایک شخص کے سر پر رکھی ہوئی تھی......وہ چاہے فرعون تھا یا نمرود......لیکن اب اس میں سے ایک ایک تولہ سب میں تقسیم کردی گئی تو گندگی تو گندگی رہے گی......نجاست تو نجاست رہے گی......تقسیم کردینے سے اس کی نجاست تو ختم نہیں ہوجائے گی۔ تو آج کے دور کا جو سب سے محبوب نظام "جمہوریت" ہے......جمہوریت کے معنی ہیں Sovereinighty of people عوام کی حاکمیت......یعنی عوام کے نمائندے جو چاہیں قانون بنالیں۔ وہ دو مردوں کی شادی کو جائز قرار دے دیں......آج دنیا میں کئی ملک ایسے ہیں جہاں دو مردوں کی شادی ہوتی ہے......جن میں سے ایک مرد شوہر شمار ہوتا ہے اور دوسرا مرد بیوی شمار ہوتا ہے......دو عورتوں کی شادی ہوتی ہے......ان میں سے ایک عورت شوہر شمار ہوتی ہے اور دوسری عورت بیوی شمار ہوتی ہے...... غرضیکہ جو چاہیں قانون بنالیں ان کا اختیار ہے......جیسے اللہ کا اختیار مطلق ہے ﴿ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ﴾ "وہ جو چاہے حکم دے"......اسی طرح سے جمہوریت کا نظام کیا ہے کہ جمہور کے نمائندے جو چاہیں قانون بنائیں...... یہ ہے نظام کفر وشرک کا جو آج دنیا میں چل رہا ہے، لیکن وہ دین جو اللہ نے دیا موسیٰ (علیہ السلام) کو......عیسیٰ (علیہ السلام) کو......محمد ﷺ کو اور ابراہیم (علیہ السلام) کو...... وہ دین کیا ہے......؟ حاکمیت صرف اللہ کی......لیکن اللہ کی حاکمیت کا مطلب ہوگا کہ اطاعت ہوگی رسول ﷺ کی......اللہ تعالیٰ خود آ کر ہمارے ملک میں تخت جما کر حکومت نہیں کریں گے......اللہ کی حکومت قائم ہوگی اللہ کے رسولوں کے ذریعے سے...... جو بھی وقت کے رسول ہوتے تھے وہی وقت کے خلیفہ ہوتے تھے......

﴿ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ ﴾

(سورة صٓ: ٢٦)

"اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے تو پس لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلے کیا کرو۔"

تو خلیفہ کا کام کیا ہوتا ہے......اس بات کو ایک مثال سے سمجھئے......جیسے ہمارے ملک میں آج سے ساٹھ سال پہلے کیا نظام چل رہا تھا......ہم انگریزوں کے غلام تھے......ہماری ملکہ یا بادشاہ وہ انگلینڈ میں ہوتے تھے...... یہاں وہ وائسرائے بھیج دیتے تھے جو ان کا نائب بن کر آتا تھا......گویا یہ سمجھئے کہ خلیفہ بن کر آتا تھا......اب ہوتا کیا تھا کہ جو حکم بادشاہ یا ملکہ کی طرف سے آجائے تو وہ حکم تو وائسرائے نے نافذ کرنا ہے...... اس میں وہ اپنے اختیار سے کوئی ترمیم نہیں کرسکتا تھا کیونکہ وہ حاکم نہیں ہے......وہ تو وائسرائے ہے......خلیفہ ہے......البتہ جہاں کوئی حکم نہیں ہے......تو وہاں وائسرائے کو حق تھا کہ وہ اپنی صوابدید سے دیکھے کہ مملکت کے مفاد میں کیا چیز ہے......اس کا فیصلہ کرلے......اسی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے سمجھئے کہ یہی نظام رہا ہے آدم علیہ السلام سے لے کر محمد رسول اللہ ﷺ تک کہ حاکم اللہ اور وقت کا رسول خلیفہ......حکم اللہ کا رسول کے پاس آرہا ہے اور وہ اسے نافذ کرتا ہے......اور جہاں کوئی اللہ کا حکم نہیں ہے وہاں رسول اپنے اجتہاد سے......اپنے فہم سے...... اپنی سمجھ سے فیصلہ کرتا ہے......

ایک وقت میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) رسول ہیں تو اللہ کی عبادت، موسیٰ (علیہ السلام) کی اطاعت، یہ دین اسلام تھا......ایک وقت میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) رسول ہیں تو اللہ کی عبادت، عیسیٰ کی اطاعت، یہ دین تھا......ایک وقت میں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) رسول ہیں تو اللہ کی عبادت، ابراہیم (علیہ السلام) کی اطاعت، یہ دین تھا......لیکن جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا کہ شریعتوں میں فرق رہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت اور حضرت محمد ﷺ کی شریعت میں فرق ہے......یعنی دین ایک ہے شریعتیں جدا...... یہ نکتہ میں بہت اہمیت کے ساتھ آپ کو بتادینا چاہتا ہوں۔

دین اور مسلک کا فرق :

اب اس پر قیاس کرتے ہوئے سمجھئے کہ دین کامل ہو گیا محمد ﷺ پر......اب اس کے بعد ہمارے ہاں مسلک پیدا ہو گئے، مسلک حنفی، مسلک مالکی، مسلک شافعی، مسلک حنبلی، مسلک سلفی، جان لیجئے کہ یہ سب مسلک ہیں......مسلکوں میں فرق ہو سکتا ہے لیکن دین ایک رہے گا وہ ہے ''اسلام''......! اب یہ سمجھ لیجئے کہ رسول کے حکم میں یا اللہ کے حکم میں تعبیر کا کوئی فرق ہو جائے......ایک آیت کی تعبیر آپ کچھ اور کر رہے ہیں دوسرا کچھ اور کر رہا ہے......قرأتوں میں فرق ہے...... وضو والی آیت میں بھی فرق ہے......﴿ اَرْجُلَکُمْ ﴾ اور ﴿ اَرْجُلِکُمْ ﴾ زبر اور زیر دونوں کے ساتھ قرات موجود ہے ۔تو ایسے معاملات میں فرق ہو جائے گا لیکن دین میں اختلاف نہیں ہو گا...... شریعتوں میں......قوانین میں......تفصیلی احکام میں فرق ہو سکتا ہے......مثال کے طور پر حضور کا ایک فرمان یہ ہے کہ عصر کی نماز کے بعد کوئی سجدہ نہیں ہے جب تک کہ سورج پوری طرح غروب نہ ہو جائے اور فجر کی نماز کے بعد بھی کوئی سجدہ نہیں جب تک کہ سورج پوری طرح طلوع نہ ہو جائے، دوسری طرف ایک حکم یہ ہے کہ جب بھی مسجد میں داخل ہو بیٹھو نہیں جب تک کہ دو نفل نہ پڑھ لو **تحیۃ المسجد** کے ...... اب فرض کیجئے یہ دونوں حدیثیں ٹکرا گئی ...... ایک شخص اگر عصر کے بعد داخل ہوتا ہے مسجد میں اب کیا کرے......**تحیۃ المسجد** پڑھے یا نہ پڑھے......ایک حدیث کہتی ہے کہ مت بیٹھو جب تک کہ **تحیۃ المسجد** نہ پڑھو......دوسری حدیث کہتی ہے کہ عصر کے بعد سجدہ نہیں کر سکتے......اب اس میں اختلاف ہو سکتا ہے......کسی نے پہلی حدیث کو ترجیح دی......کسی نے دوسری حدیث کو ترجیح دی......! تو یہ اختلافات جو ہمارے یہاں ہے یہ دین کا اختلاف نہیں ہے......اور یہ اصول بھی طے ہے کہ اصل چیز اللہ کا حکم اس کے رسول ﷺ کا حکم......اب اس میں **Interpretation** کا اختلاف......توجیح کا اختلاف......تعبیر کا اختلاف ہو سکتا ہے۔اسی کے ضمن میں یہ بات سمجھ لیجئے جیسے شریعتیں جدا تھیں دین ایک تھا، اسی طرح آج مسلک جدا ہو سکتا ہے لیکن دین ایک ہے، وہ ہے'' اسلام''......! اور جان لیجئے کہ اسلام دین ہے مذہب نہیں ہے......مسلک نہیں ہے۔قرآن مجید میں اسلام کے لئے ایک ہی لفظ آیا ہے، وہ ہے دین......

﴿ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام ﴾

(سورۃ الِ عمران :۱۹)

''دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے ''

﴿وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ ﴾

(سورۃ الِ عمران :۸۵)

'' اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہو گا وہ اُس سے ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا۔''

اور جان لیجئے یہ کہ یہ دین کامل ہو گیا محمد رسول اللہ ﷺ پر......

﴿ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ﴾

(سورۃالمائدۃ :۳)

''آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند فرمایا''

اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں سے واحد مطالبہ :

اب آیئے سورۃ الشوریٰ کی اس آیت کا اگلا حصہ کیا ہے......﴿اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْن ﴾...... '' دین کو قائم کرو'' ......اس کو سمجھیں کہ اے مسلمانو وہ دین جو چلا آ رہا تھا حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام تک ......اور جو محمد ﷺ پر کامل ہو گیا۔اب تمہارے ذمے یہ فرض ہے کہ اس دین کو قائم کرو......اگر دین قائم نہیں تو تمہارا دین کیا ہے......؟؟ وہ تو پھر ایک مذہب ہے۔تم نماز روزہ تو کر لیتے ہو تو کیا ہوا......کیا تمہارے ہاں شریعت کے احکام نافذ ہیں......؟ تمہارے ہاں سود کا دھندا چل رہا ہے کہ نہیں......؟ وہ حرام ہے کہ نہیں......؟ تمہاری عدالتوں میں فیصلے کس قانون کے تحت ہو رہے ہیں......؟ کیا اللہ کی شریعت کے تحت ہو رہے ہیں۔سورۃ المائدہ میں اللہ نے تین دفعہ فرمایا

﴿وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ ﴾

”جواللہ کے نازل کلام کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو ایسے ہی لوگ تو کافر ہیں۔“

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

”جواللہ کے نازل کلام کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو ایسے ہی لوگ تو ظالم ہیں۔“

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

”جواللہ کے نازل کلام کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو ایسے ہی لوگ تو فاسق ہیں۔“

(سورة المائدة: ٤٧،٤٦،٤٥)

یہ صورتحال ہے جس سے اس وقت دنیا دوچار ہے......آج ہم مجرم ہے اللہ کی نگاہوں میں......! کیوں......؟ ہم نے پوری دنیا میں کہیں دین قائم ہی نہیں کیا......سعودی عرب میں آپ کہیں گے کہ کچھ قوانین نافذ ہیں...... میں بھی مانتا ہوں......لیکن یہ ایک ایک محل کروڑوں اربوں ڈالر کا بنانا یہ کونسا دین ہے...... یہ محمد ﷺ کا دین ہے......؟ یہ ابوبکرؓ کا دین ہے......؟ یہ عمرؓ کا دین ہے......؟ یہ عثمانؓ کا دین ہے......؟ پورے ملک کی دولت پر قابض ہے ایک خاندان......Princess کی فوج ہے اور پورے ملک کی دولت کے اوپر قبضہ ان کا ہے......وہاں بھی سودی لین دین چل رہا ہے......ڈٹ کر چل رہا ہے اور پورے کاروبار پر چل رہا ہے۔خود انہوں نے اپنی رقمیں رکھی ہوئی ہیں امریکہ کے بینکوں میں وہ سب سود کے اوپر معاملہ چل رہا ہے۔تو جان لیجئے کہ دین اللہ کا آج کہیں قائم نہیں ہے......تو میں آپ سے عرض کر رہا تھا کہ :۔

﴿اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾

”دین کو قائم کرو اور دین کے معاملے میں پھوٹ نہ ڈالو۔“

جیسے شریعت کے معاملے میں اختلاف ہو گیا......شریعت موسوی کچھ اور شریعت محمدی کچھ اور...... تو مسلک کا تمہارے ہاں بھی اختلاف ہو سکتا ہے۔مسلک حنفی کچھ اور......مسلک شافعی کچھ اور......مسلک سلفی میں کچھ اور......کوئی حرج نہیں......کسی نے ہاتھ اوپر باندھ کر نماز پڑھ لی......کسی نے ذرا نیچے باندھ کر پڑھ لی......اس کے کیا فرق پڑا......نماز تو پڑھ لی نا......اس کے ساتھ ایک نکتہ اور سمجھ لیجئے کہ اللہ کا حکم ہے نماز پڑھو، رسول ﷺ کا حکم ہے :

﴿صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِىْ اُصَلِّىْ﴾ (بخاری)

اب کسی کو روایت یہ ملی ہے کہ اوپر پر ہاتھ باندھنا چاہیے......اور کسی کو روایت یہ ملی کہ نیچے ہاتھ باندھنا چاہیے......کیا فرق پڑتا ہے۔اصل بات یہ ہے کہ مسلکوں کے اختلاف کے باوجود دین متحد رہے اور دین کو قائم کرنے کے لئے جمع ہو کر جدوجہد کی جائے...... یہ ہے دین کا اولین تقاضہ......!

اقامتِ دین کیلئے اجتماعیت کی ضرورت :

اس کے ساتھ یہ بات بھی سمجھ لیجئے کہ ایک آدمی دین کو قائم نہیں کر سکتا......اگر ایک آدمی دین کو قائم کر سکتا تو کوئی نبی دنیا سے دین کو قائم کئے بغیر نہ جاتے......سینکڑوں ہزاروں نبی آئے ہیں......کسی کے ہاتھوں دین قائم ہوا......؟ نظام بنا......؟ اللہ کی حکومت قائم ہوئی......؟ حضرت موسیٰ کے ہاتھوں نہ ہوئی......قائم ہو جاتی......اگر بنی اسرائیل بزدلی کا مظاہرہ نہ کرتے......جب ان سے کہا گیا کہ اب آ و جنگ کرو اللہ کی راہ میں......جہاد کرو اللہ کی راہ میں......انہوں نے جواباً کہا کہ :۔

﴿يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ﴾ (سورۃ المائدۃ: ٢٤)

”اے موسیٰ! جب تک وہ لوگ وہاں ہیں ہم کبھی وہاں نہیں جا سکتے تو تم اور تمہارا رب جاؤ اور لڑو ہم یہیں بیٹھے رہیں گے۔“

لہٰذا اللہ نے ان پر سزا مسلط کر دی......اگر یہ اُس وقت بزدلی نہ دکھاتے تو اللہ تعالیٰ انہیں فلسطین کی حکومت عطا کر دیتے......ارض مقدس عطا کر دیتے......لیکن انہوں نے بزدلی دکھائی تو چالیس برس تک صحرائے سینا میں بھٹکتے پھرے......اور اسی چالیس برس کے دوران حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہو گیا اور حضرت ہارون علیہ السلام کا بھی......وہ کہیں اللہ کی حکومت قائم نہ کر سکے...... پھر کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی حکومت قائم کر کے دنیا سے گئے ہیں......؟ وہ تو دعوت دیتے رہے

ایمان کی دعوت......خلوص واخلاص کی دعوت...... کہتے ہیں کہ کل 72 آدمی ان پر ایمان لائے تھے......! جن میں سے 12 ان کے حواری تھے جو ہر وقت ان کے ساتھ رہتے تھے......ان 12 میں سے بھی ایک نے غداری کر کے انہیں گرفتار کروایا...... کہیں کوئی حکومت قائم ہونا...... کہیں نظام قائم ہونا...... کہیں اللہ کی شریعت کا نفاذ ہونا......سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور اس سے پہلے اور رسولوں کا کیا معاملہ رہا......؟ حضرت ہود علیہ السلام ہوں...... حضرت صالح علیہ السلام ہوں...... حضرت لوط علیہ السلام ہوں ...... حضرت نوح علیہ السلام ہوں...... وہ دعوت دیتے رہے......قوم نے نہیں مانا اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا...... پوری قوم ہلاک کر دی گئی اور صرف اہل ایمان بچا لئے گئے ...... یہ ہی ہوا حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کہ پوری قوم غرق ...... حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ کہ پوری قوم ختم ...... حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ کہ پوری قوم ختم ...... اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام جو دو شہروں سدوم اور عامورہ کی طرف بھیجے گئے تھے، وہ دونوں ختم ...... حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے تھے مدین کی طرف وہ ختم ...... حضرت موسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے فرعون کی طرف تو وہ غرق ...... پہلے یہی ہوتا رہا ہے...... یہ صرف محمد رسول ﷺ کی امتیازی شان ہے دین مکمل ہو گیا......اور پورا نظام زندگی بنا کر دے دیا اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو......اور دوسری امتیازی شان یہ ہے کہ آپؐ نے اس دین کو قائم کر کے دکھایا......

طاغوت کا اصل ھدف دین اسلام (اسلامی نظام) ھے :

آج ہم سے کوئی امریکی پوچھے کہ بتاؤ...... کہیں تم اسلام کا نمونہ ہمیں دکھا سکتے ہو......؟ ؟ دنیا میں کہ اسلام کیسا ہوتا ہے......؟ ہم کہیں گے قرآن پڑھ لو اس میں ہے اسلام ......! حدیث پڑھ لو اس میں اسلام ہے......! وہ کہے کہ بھئی مجھے اسلام کا نمونہ دکھاؤ......وہ ہے ہی نہیں ہمارے پاس......یہی وجہ ہے کہ آج ہم ذلیل وخوار ہیں......رسوا ہیں......! حالانکہ مسجدیں ہماری اچھی سے اچھی بن رہی ہیں......بڑی عالیشان مساجد بن رہی ہیں...... پہلے کہاں ہوتی تھیں ایسی عالیشان مساجد......لوگ اگر شاندار محل بناتے ہیں تو مسجدیں شاندار بھی بنا دیتے ہیں......سعودی عرب کے حکمرانوں نے اگر اپنے محل بنائے ہیں **(Billions of billions of dollars)** کے تو مسجدیں بھی شاندار بنائی ہیں...... مسجد حرام کی توسیع ہوئی ہے...... مسجد نبوی کی توسیع ہوئی ہے...... طائف میں جا کر دیکھئے کیسی شاندار مسجد ہے......! لیکن سوال یہ ہے کہ اللہ کا دین کہاں ہے......؟ یہ مسجدیں یہ تو امریکہ میں بھی بن گئیں...... بڑی شاندار مسجدیں بن گئیں......دین لیکن کہیں نہیں ہے......! نماز سے تو وہاں بھی کوئی نہیں روکتا......روزہ سے کوئی نہیں روکتا...... امریکہ کی جو دشمنی ہے...... وہ دین سے ہے مذہب سے نہیں ......! یہاں تک کہ آپ کو معلوم ہوگا کہ وہاں پر مسلمانوں نے چرچ خریدے اور مسجد بنا لی ...... انہیں کوئی اعتراض نہیں ...... سنیگوگ کہتے ہیں یہودیوں کی مسجد یا عبادت گاہ کو...... مسلمانوں نے اس کو خرید ا مسجد بنا لی انہیں کوئی اعتراض نہیں......اصل جنگ اُن کی اس بات سے ہے کہ اگر اسلام کو تم دین کی حیثیت سے پیش کرنا چاہتے ہو...... اسلام کا سیاسی نظام نافذ کرنا چاہتے ہو...... اسلام کے قانون کو نافذ کرنا چاہتے ہو...... اسلام کا فوجداری قانون نافذ کرنا چاہتے ہو...... اسلام کا دیوانی قانون نافذ کرنا چاہتے ہو...... اسلام کا قانونِ وراثت نافذ کرنا چاہتے ہو...... اسلام کا قانون شہادت نافذ کرنا چاہتے ہو...... اگر تم ماحول میں سے بے پردگی ...... عریانی، فحاشی ختم کرنا چاہتے ہو......تم اگر سود اور جوا ختم کرنا چاہتے ہو......تو ہماری جنگ ہے تمہارے ساتھ......ہم نظام میں کوئی تبدیلی تمہیں نہیں کرنے دیں گے......آج درحقیقت اسی بات کا ڈنکا بج رہا ہے......اس سے پہلے آپ کو معلوم ہے پچاس برس تک **cold war** چلی ...... ایک طرف امریکہ اور اس کیا تحادی......اور دوسری طرف روس بلکہ **USSR**......اصل جھگڑا کیا تھا......؟ مذہب تو اِن کا بھی عیسائی تھا......اُن کا بھی عیسائی تھا......فرق صرف یہ ہے کہ روسی کہلاتے ہیں **Eastern Orthodox Church**......اور یہ ہیں کیتھولک اور یا پروٹسٹنٹس ...... عیسائیت **Christianity** تو سب میں ایک تھی ...... شسد ا مذہب ایک تھا ...... مگر نظام کا فرق تھا...... کمیونزم کہتا تھا انفرادی جائیداد ختم ...... زمین کی ملکیت ختم ...... کام کرو اور اپنی ضرورت اس میں سے پوری کر لو...... باقی سارا ریاست

کا حق ہے...... کسی انسان کی کوئی ملکیت نہیں...... سب ریاست کی ملکیت ہے...... کوئی کارخانہ کسی کا نہیں...... کوئی دکان کسی کی نہیں...... سب ریاست کا اختیار ہے...... اس نظام کو امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے کبھی گوارا نہیں کیا...... اور ہم سب جانتے ہیں کہ چالیس پچاس برس تک ان کے درمیان جنگ رہی...... آج وہی جنگ ہے...... جو کمیونزم کے خاتمے کے بعد اب وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام ہمارا دشمن ہے...... اس لئے کہ اسلام کا ایک نظام زندگی (system of life) ہے...... جس کا ایک سیاسی نظام بھی ہے...... ایک معاشی نظام بھی ہے...... ایک معاشرتی نظام بھی ہے...... اسلام کا اپنا فوجداری قانون ہے...... اسلام اپنا کا دیوانی قانون ہے...... اسلام کا قانونِ وراثت بھی ہے...... اسلام کا قانونِ شہادت بھی ہے...... غرضیکہ ایک پورا مکمل نظام (Complete System of Life) ہے......

امتِ مسلمہ کا فرضِ منصبی ،اقامتِ دین کی جدوجہد :

جان لیجئے اس نظام کو قائم کرنا فرضِ منصبی ہے امتِ مسلمہ کا......

﴿ اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْہِ ﴾

’’ دین کو قائم کرو اور دین کے معاملے میں تفرقہ نہ کرو‘‘

یعنی جڑ جاؤ مل جاؤ...... مل جل کر ایک جماعت بناؤ...... اب اس جماعت میں کوئی مسلک حنفی سے متعلق شخص ہے وہ بھی آجائے...... کوئی سلفی المسلک ہے وہ بھی آجائے...... سلفی المسلک اپنے طریقے کے مطابق نماز ادا کرے...... حنفی اپنے طریقے کے مطابق ادا کرلے...... تو ان جزوی معاملات میں تو ہوسکتا ہے اختلاف...... مگر دین میں اختلاف نہیں ہوگا...... اور ظاہر بات ہے کہ آپ کو وہ نظام قائم کرنا ہے جس میں اللہ کی حاکمیت ہوجائے......

﴿ وَیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ ﴾ (سورۃ الانفال : ۳۹)

’’ دین سب اللہ ہی کا ہوجائے ‘‘

یعنی پورا نظام اللہ کے تابع ہوجائے...... جس میں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت نافذ ہوجائے...... یہ کام کیسے ہوگا......؟ کوئی ایک شخص نہیں کرسکتا......! اس کے لئے ایک مضبوط جماعت ضروری ہے...... حضرت نوح علیہ السلام کو 950 برس تک دعوت دینے کے باوجود چند ساتھی ملے...... قوم نے بات سنی نہیں قوم ہلاک کردی گئی...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر 72 افراد ایمان لائے اور 12 ان میں سے حواری تھے تو کیا وہ دین قائم کرسکتے تھے......؟ اتنی تعداد سے تو اسلامی حکومت قائم نہیں ہوتی...... البتہ محمد رسول اللہ ﷺ کو وہ جماعت مل گئی اور اللہ نے ایسے جاں نثار ساتھی دیدیئے کہ جہاں حضور ﷺ کا پسینہ گرا وہاں انہوں نے اپنے خون کی ندیاں بہادیں...... گردن کٹوانے کو تیار...... تن من دھن...... غرضیکہ ہر شے نچھاور کرنے کو...... نثار کرنے کو تیار تھے......

ہمارے لئے اصل نمونہ ،اسوۂ رسول ﷺ :

لہٰذا پھر ہم کو معلوم ہے کہ حضور ﷺ نے اس دین کو قائم کرنے کیلئے ہجرت بھی کی...... قتال بھی کیا اللہ کی راہ میں...... جنگ بھی کی اور پھر غزوہ بدر میں 70 قریشیوں کو واصلِ جہنم کیا...... غزوہ احد میں صحابہ کی ایک غلطی سے عارضی طور پر شکست ہوگئی، 70 صحابہ شہید ہوگئے...... لیکن پھر اللہ نے آخر میں فتح دیدی...... لیکن اس 23 برس کے عرصے میں ذرا تصور کیجئے کی اس جماعت نے کتنی سختیاں جھیلیں...... کتنی تکلیفیں برداشت کیں...... 12 برس تک مکہ میں کیا ہو رہا تھا......؟ حضرت بلالؓ کو گھسیٹا جا رہا ہے...... نوکیلی پتھروں کے اوپر...... کھال ادھڑ رہی ہے...... اور پھر جہاں تپتی ہوئی ریت ہے...... وہاں لیجاکر لٹا دیا گیا...... اوپر آسمان سے سورج آگ برسا رہا ہے اور ان کے سینے کے اوپر بھاری پتھر بھی رکھ دیا گیا...... اس کے باوجود وہ کہہ رہے ہیں اَحَدٌ اَحَدٌ، بس ایک اللہ کو مانتا ہوں اور کسی کو نہیں مانتا...... ان بتوں میں کچھ نہیں...... یہ سب کچھ جھیلا کہ نہیں جھیلا...... حضرت خباب بن الارتؓ کو بلایا گیا اور دہکتے ہوئے انگارے زمین پر بچھا دیئے گئے...... اور کہا گیا اتار دو کرتا اور لیٹ جاؤ ان پر...... وہ لیٹ گئے...... اس لئے کہ حضور ﷺ کا حکم تھا کہ تم کوئی جوابی کارروائی نہیں کروگے...... **No retaliation**...... چاہے وہ تمہیں بھون دیں...... تمہارے ٹکڑے کردیں...... اب پیٹھ کی کھال جلی

......چربی پگھلی......اُس سے وہ انگارے ٹھنڈے پڑے......ذرا اندازہ کیجئے اس سختی کا جو وہ جھیل رہے تھے......
حضرت سمیہؓ اور حضرت یاسرؓ دو میاں بیوی ہیں...... پہلے شہید ہیں اللہ کی راہ میں......! ابوجہل نے
بدترین **Persecution**، شدید ترین ٹارچر کیا اور پھر دونوں کو شہید کر دیا......تین برس تک
حضور ﷺ اور پورا خاندان بنی ہاشم، شعب بنی ہاشم میں قید رہا...... کچھ کھانے پینے کو نہیں......
پہرا ہے دونوں جانب......کوئی چیز کھانے پینے کی اندر نہیں جا سکتی...... وہ تو کچھ شریف النفس
لوگ تھے......حکیم بن حزام جیسے جو بعد میں ایمان لے آئے......اس وقت تک ایمان نہیں لائے
تھے......حضرت خدیجہؓ کے رشتہ دار تھے...... وہ رات کی تاریکی میں پہاڑ کے اوپر چڑھ کر
چوٹی سے اتر کر کچھ پہنچا دیتے تھے تو لوگ کھا لیتے تھے......ورنہ خاندان بنو ہاشم کے پھول جیسے
بچے بلبلاتے تھے بھوک سے......اور بسا اوقات اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا تھا کہ سوکھے چمڑے
کو ابالا جاتا پانی میں پھر وہ پانی ان کے حلق میں ڈال دیا جائے......بس اللہ اللہ خیر صلا......
یہ سختیاں جھیلیں ہیں......اور پھر آپ کو معلوم ہے ابو طالب کے انتقال کے بعد مکہ میں رہنا ناممکن ہوگیا
حضور ﷺ کے لئے......کیونکہ اب بنو ہاشم کا سردار کون ہے ابولہب......! وہ خود سب سے بڑا دشمن ہے
حضور ﷺ کا......ابوطالب چاہے ایمان لائے بغیر اس دنیا سے چلے گئے لیکن حضور ﷺ کے سرپرست
رہے آخری وقت تک، حفاظت کی......تعاون کیا......اور ان ہی کی سرداری کی وجہ سے خاندان بنی ہاشم
حضور کے ساتھ تھا......حضور ﷺ کی پشت پر تھا......لیکن انتقال کے بعد مکہ میں رہنا ممکن
نہیں رہا تو طائف تشریف لے گئے......لیکن وہاں اگر آپ معلوم ہو کہ تین دن میں جو سختی حضور ﷺ
پر وہاں بیتی ہے دس برس میں مکہ میں نہیں بیتی...... پتھراؤ ہو رہا ہے...... پتھر لگ رہے ہیں......زخمی ہو رہے
ہیں......جسم لہولہان ہوگیا ہے......خون زیادہ بہنے کی وجہ سے ضعف طاری ہوگیا ہے......تو بیٹھ گئے ہیں......
اب ایک غنڈہ اِدھر سے آیا اس نے بغل میں ہاتھ ڈالا...... دوسرا غنڈہ اُدھر سے آیا اور اس نے
دوسری بغل میں ہاتھ ڈالا اور اٹھایا......اور کہا دفعہ ہو جاؤ یہاں سے...... یہ **سید المرسلین**
، خاتم النبیین، آخر المرسلین ﷺ کے ساتھ ہو رہا ہے...... یہ تکلیفیں جھیلی ہیں...... یہ

مصائب برداشت کیے ہیں......لیکن جب اللہ امتحان لے لیتا ہے کہ ہاں یہ ثابت قدم ہیں...... یہ سب
کچھ قربان کرنے کو تیار ہیں...... یہ کسی چیز کو بھی ہم سے بڑھ کر...... ہمارے دین سے بڑھ کر محبوب نہیں
رکھتے......گھر بار چھوڑنے کو تیار ہیں......اپنے آباؤ اجداد کا شہر مکہ چھوڑ کر ہجرت کرنے کو تیار ہوگئے......
صحابہ اکرامؓ گھر والوں کو چھوڑ کر گئے تھے......جو مکہ کے بھیڑیئے تھے مشرکین......ان کے رحم و کرم پر......سب
اپنے خاندان تو نہیں لے گئے تھے...... بیوی بچے تو وہیں پر تھے......صرف چند لوگ تھے جن
کے ساتھ ان کے اہل خانہ بھی گئے ہیں...... یہ سارا جب امتحان صحابہ نے پاس کرلیا......تو پھر
اللہ کی نوید آئی......غزوہ احزاب کے بعد:

﴿ وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا ط نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ﴾

(سورة الصف: ١٣)

یعنی یہ اب تمہارے لئے نوید ہے......خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد آیا چاہتی ہے......اور فتح
تمہارے قدم چومنے والی ہے......جان لیجئے کہ سورہ صف کی یہ آیات ٦ھ میں نازل ہوئی ہیں......اور
٦ھ ہی میں صلح حدیبیہ ہوگئی......اس کے بعد ٧ھ میں خیبر بھی فتح ہوگیا......بہت سا مال غنیمت بھی آگیا
اور سختی کے دن گزر گئے...... ٨ھ میں مکہ فتح ہوگیا۔ اب یوں سمجھئے کہ مکہ تو صدر مقام تھا ایک اعتبار سے
پورے عرب کا...... ''اُمُّ الْقُرٰی'' تمام بستیوں کی ماں ''......جب اس پر حضور ﷺ کا قبضہ ہوگیا تو
گویا کہ پورے عرب میں اللہ کا دین قائم ہوگیا:

﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴾

(سورة بنی اسرائیل: ٨١)

''حق آ گیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل مٹنے والا ہے۔''

یہ ہمارے سامنے مثال موجود ہے......اور جان لیجئے اس مثال کے اس پہلو کو بھی سامنے رکھیں
کہ حضورؐ اللہ کے محبوب تھے......اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے......اللہ قدم قدم پر معجزوں کے ذریعے
حضور ﷺ کو کامیاب کرتا رہتا کہ حضور ﷺ کو کوئی تکلیف نہ پہنچتی...... اللہ اس پر قادر تھا کہ نہیں

......؟ علامہ اقبال کا ایک شعر مجھے یاد آرہا ہے ع

تو قادر و عادل ہے مگر تیرے جہاں میں
ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات

اے اللہ تو عادل بھی ہے......قادر بھی ہے......مگر پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ مزدور دن بھر کی کمر توڑ دینے والی مشقت کرکے بھی ......اپنے بچوں کے لئے دو وقت کی روٹی فراہم نہیں کر پارہا ......جبکہ ایک طرف دولت کے انبار لگے ہوئے ہیں......محل بنے ہوئے ہیں......تو تیرا عدل کہاں ہے......! تیرے جہاں میں ...... ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات......تو جان لیجئے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے ہر چیز پر......اور محمد رسول ﷺ اللہ کے محبوب ہیں......لیکن تکلیفیں اٹھا رہے ہیں...... مصیبتیں جھیل رہے ہیں...... فاقہ ہوا ہے تو پیٹ پر پتھر باندھا ہوا ہے غزوہ احزاب میں...... جب صحابہ کرامؓ نے آکر شکایت کی کہ حضور ﷺ اب ناقابل برداشت ہو گئے ہیں فاقے......سخت سردی کا موسم ہے......سردی میں تو غذا زیادہ چاہئے ہوتی ہے جسم کو گرم رکھنے کے لئے ......لیکن یہاں یہ حال ہے کہ اپنے پیٹوں سے پتھر باندھ رکھے ہیں تاکہ کمر دوہری نہ ہو جائے......اسی حال میں حکم ہے کہ خندق کھودو...... پھاوڑے چلاؤ......تو جب آکر شکوہ کیا ہے صحابہ کرامؓ نے تو حضور ﷺ نے اپنا کرتا اٹھا کر دکھایا تو وہاں دو پتھر بندھے ہوئے ہیں......اور اس وقت جب کہ خندق کھود رہے تھے صحابہ کرامؓ تو ان کی زبان پر ایک شعر تھا......آواز میں آواز ملا کر اسے پڑھ رہے تھے...... بخاری شریف میں یہ شعر موجود ہے ع

نَحۡنُ الَّذِیۡنَ بَایَعُوۡا مُحَمَّدًا
عَلَی الۡجِھَادِ مَا بَقِیۡنَا اَبَدًا

ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ سے بیعت کی تھی جہاد کی
کہ جہاد کرتے رہیں گے جب تک جان میں جان ہے۔

فاقہ آئے......تنگی آئے......مصیبت آئے......زخم آئے......جو آئے سو آئے...... ہرچہ باداباد......
یہ نقشہ ہے جو میں نے آپ کو اس لئے دکھایا کہ یہ حجت ہے حضور ﷺ کی طرف سے مجھ پر اور آپ پر......میں نے یہ مشقتیں جھیلی دین کو قائم کرنے کے لئے ......تم کیوں نہیں جھیل سکتے......؟؟ میں نے فاقے برداشت کئے تم کیوں نہیں کر سکتے......؟؟ میرے دندان مبارک شہید ہوئے تم کیوں نہیں کر سکتے......؟؟ میرا جسم پتھروں سے زخمی ہوا تم کیوں سختی نہیں جھیل سکتے ...... یہ مطالبہ ہے ہم سے کہ ﴿ اَنۡ اَقِیۡمُوا الدِّیۡنَ ﴾ '' دین کو قائم کرو۔'' ......اور جان لیجئے کہ حضور ﷺ نے اور آپ کے صحابہ نے دین کو قائم کر کے دکھا دیا...... 250 سے زیادہ صحابہؓ نے جانیں دی ہیں......اور ہم سب جانتے ہیں کہ ایک ایک صحابی کی جان کی قیمت ہم جیسے لاکھوں انسانوں کی جان سے زیادہ قیمتی ہے...... الرحیق المختوم کے جو مصنف ہیں ...... انہوں نے گنتی کر کے بتایا ہے کہ 259 صحابہ کرامؓ نے اس پورے عرصے کے اندر جام شہادت نوش کیا ......اور 959 کے قریب جو ہیں کفار تھے جو مارے گئے ......لیکن بالآخر اللہ کی دین قائم ہو گیا......

اقامتِ دین کی جدوجہد میں مسلکی اختلاف آڑے نہ آئے :

تو اب دوبارہ آیئے سورۃ الشوریٰ اس آیت کی طرف جس میں مجھ سے اور آپ سے خطاب ہے

﴿ شَرَعَ لَکُمۡ مِّنَ الدِّیۡنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوۡحًا وَّالَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ وَمَا وَصَّیۡنَا بِہٖۤ اِبۡرٰھِیۡمَ وَمُوۡسٰی وَعِیۡسٰۤی اَنۡ اَقِیۡمُوا الدِّیۡنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِیۡہِ ﴾

'' اے مسلمانوں! ہم نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے اجس کی وصیت کی تھی ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اور جس کی وحی کی ہے (اے محمد ﷺ!) ہم نے آپ کی طرف اور جس کی وصیت کی تھی ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) اور موسیٰ (علیہ السلام) اور عیسیٰ (علیہ السلام) کہ کو اس دین کو قائم کرو اور دین کے معاملے میں پھوٹ نہ ڈالو''

یعنی یہ مسلک کے فرق جو ہیں ...... یہ راستے میں رکاوٹ نہ ڈالیں......مسلک اپنی جگہ اور اللہ کے دین کو قائم کرنے کی جدوجہد اپنی جگہ......ٹھیک ہے کہ ایک مسلک حنفی ہے......مسلکِ شافعی

ہے......مسلکِ حنبلی ہے......مسلکِ مالکی ہے......اور ایک مسلکِ سلفی ہے...... یہ سب مسلک ہیں اہلسنت والجماعت کے......تو مسلک اپنی جگہ رہے......لیکن دین کو قائم کرنے کی جدوجہد میں یہ مسلکوں کا فرق آڑے نہ آنے پائے......اور اس کے لئے مل جل کر ایک مضبوط جماعت بنو ......

حضور ﷺ نے فرمایا......

﴿یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ﴾ (ترمذی)

''جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔''

یعنی اللہ کی تائید......اللہ کی نصرت......اللہ کی مدد جماعت کے لئے ہوتی ہے......ایک انسان جماعت میں نہیں ہے تو جلد شیطان کے شکنجے میں آجائے گا...... دو ہونگے ...... جو جڑے ہوئے ہونگے ......شیطان دور ہوگا مِنَ الاثْنَیْنِ اَبْعَدُ (الحدیث) اور میں نے آپ کو حدیث سنائی شروع میں...... یہ حارث الاشعریؓ سے مروی ہے ...... مسند احمد ابن حنبل میں بھی ہے ...... اور ترمذی شریف میں بھی ہے ......اِنِّیْ اٰمُرُکُمْ بِخَمْسٍ ...... اے مسلمانو! میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دے کر جا رہا ہوں ...... ایک روایت میں اضافی الفاظ ہے ...... اَللّٰہُ اَمَرَنِیْ بِھِنَّ...... اللہ نے مجھے ان کا حکم دیا ہے...... یعنی میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا...... حالانکہ حضور ﷺ کو حق ہے اپنی طرف سے بھی کہنے کا...... وہ اللہ کا رسول ہیں......حضور ﷺ نے خود فرمایا ہے کہ '' کچھ چیزیں اللہ نے حرام ٹھہرائیں ہیں...... کچھ میں نے بھی حرام قرار دی ہیں...... ''بیک وقت دو بہنوں کو آپ نکاح میں نہیں رکھ سکتے ...... یہ قرآن مجید میں سورۃ نساء میں ہے...... حضور نے فرمایا اور اس حکم کی توسیع کی کہ یہی حکم ہوگا خالہ اور بھانجی کا اور پھوپھی اور بھتیجی کا ......تو حضور ﷺ بھی شارع ہیں ......شریعت دینے والے اولین اللہ اور پھر شارع نمبر دو محمد رسول ﷺ ...... یہ شریعت اللہ اور اس کے رسول کے فیصلوں پر مبنی ہے ...... اس اعتبار سے فرمایا ......اِنِّیْ اٰمُرُکُمْ بِخَمْسٍ اَللّٰہُ اَمَرَنِیْ بِھِنَّ یہ تاکید کے لئے ہے......میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دے کر جا رہا ہوں......اور اللہ نے مجھے ان کا حکم دیا ہے......میرا کام ہے پہنچا دینا......وہ پانچ چیزیں کیا ہیں......بِالْجَمَاعَۃِ ......'' جماعت کی شکل اختیار کرو''...... دیکھئے ایک مسلکی تنظیمیں ہیں وہ اور ہیں...... بریلوی علماء کی تنظیمیں علیحدہ ہیں......جمیعت علماء پاکستان ...... اس کے بھی آپ کو معلوم ہے کتنے دھڑے ہیں ...... دیوبندی علماء کی تنظیمیں ہیں ......اس کے بھی مختلف دھڑے ہیں ......سمیع الحق گروپ ہے......فضل الرحمٰن گروپ ہے......اور لاہور میں ایک اور بھی ڈاکٹر اجمل قادری گروپ ہے......اور مختلف گروپ ہیں ......اہلحدیث کی بھی مختلف تنظیمیں ہیں ......مختلف جمعیتیں ہیں ......کوئی کسی کی ہے......کوئی کسی کی ہے ......یہ جماعتیں نہیں ہیں......یہ مسلکی جمعیتیں ہیں......جمعیتِ اہلحدیث......جمعیت علماء اسلام...... جمعیت علماء پاکستان ......!

جان لیجئے کہ جماعت کسی اور شے کا نام ہے ......تو جماعت کے بارے میں فرمایا...... بِالْجَمَاعَۃِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ...... '' جماعت وہ ہوتی ہے جس کے امیر کا حکم سنا جائے اور عمل کیا جائے''...... یہ قرآن مجید میں بھی بار بار الفاظ آتے ہیں...... وَاسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا ......(سورۃ التغابن : ۱۶) ''سنو اور مانو اور اطاعت کرو''...... اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (المائدۃ : ۷) '' یاد کرو جب تم نے کہا تھا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت قبول کی''...... یہ سمع و طاعت **Discipline** والی بات ہے...... یہ نہیں کہ جی میں آیا تو بات مان لی ...... جی میں نہیں آیا تو نہیں مانی ...... اگر ایسا ہے تو یہ پھر جماعت نہیں ہے......یہاں تو یہ ہے کہ سمع و طاعت کہ سنو اور مانو...... جیسے کہ فوج کے **Discipline** بارے میں کہا جاتا ہے...... **listen and obey** ......اگر فوج میں کوئی فوجی اپنے افسر سے کہے...... جناب آپ یہ حکم تو دے رہے ہیں......لیکن مجھے پہلے سمجھائیں اس کی حکمت کیا ہے......؟ تب میں مانوں گا......! تو کیا فوج کا نظام چلے گا اس سے......؟ وہاں تو یہ ہے کہ جو حکم دیا ہے سنو اور اطاعت کرو...... **listen and obey** ......

وہاں تو یہ ہے کہ **there is not to reason why there is but to do and die**......تمہارا کام یہ ہے ہی نہیں کہ کیوں کا سوال کرو......؟ بلکہ تمہارا کام تو یہ ہے کہ تمہیں جو حکم دیا ہے اس پر عمل کرو...... چاہے تمہیں موت آجائے ...... جب یہ شرط پوری ہوگی ...... پھر وہ جماعت

ہجرت بھی کرے گی ......اور وہ جماعت پھر جہاد کرے گی اللہ کی راہ میں ......جس کو کہا گیا کہ...... وَالْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ...... یہ پانچ باتیں ہیں جو اس حدیث میں بیان ہوئی......

جماعت سازی کا مسنون طریقہ :

اس ضمن میں دیکھئے ہم ہر چیز میں دیکھتے ہیں حضور کا اتباع کیسے کریں......سنت کیا ہے......؟ جماعت بنانے کے لئے ایک سنت ہے......جو ہمیں ملی ہے......کہ جماعت بیعت کی بنیاد پر بنی چاہیے...... یہ کیا دستور لکھ دیا......پھر اس کے رکن بن گئے......پھر ان کے الیکشن ہو رہے ہیں......الیکشن کے اندر اونچ نیچ بھی ہو رہی ہے......ایک دوسرے پر الزامات بھی لگ رہے ہیں ...... یہ ہو رہا ہے کہ نہیں ......! برا نہ مانیں یہ ہو رہا ہے ...... ہر جگہ ہو رہا ہے......! اب سمجھئے کہ بیعت کا نظام کیا ہے......اس ضمن میں متفق علیہ حدیث سنا رہا ہوں آپ کو......

"بَايَعْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَعَلٰى اَثَرَةٍ عَلَيْنَا وَعَلٰى اَنْ لَّانُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهُ اَنْ نَّقُوْلَ بِالْحَقِّ اَيْنَمَا كُنَّا لَا نُخَافُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَا ئِمٍ"

(بخاری ۔مسلم)

"ہم نے اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت کی سننے اور اطاعت کرنے کی مشکل اور آسانی میں، دلی آمادگی اور ناگواری میں اور خواہ کسی کو ہم پر ترجیح دے دی جائے اور یہ کہ ہم ذمہ دار حضرات سے نہیں جھگڑے گے اور یہ کہ جہاں کہیں ہو گے حق بات ضرور کہیں گے اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کا خوف نہ کریں گے۔"

آج ہم نے اس سنت کو ترک کر دیا ہے...... ہم نے انگریز کا لایا ہوا نظام اپنا لیا ہے کہ یہ ہمارا دستور ہے...... اس دستور کی حیثیت سے یہ رکن بنتا ہے...... اس رکن کا ووٹ بنے گا...... اس ووٹ سے امیر کا انتخاب ہوگا...... اسی ووٹ سے شوریٰ کا انتخاب ہوگا ...... پھر شوریٰ اور امیر میں کس کے پاس زیادہ اختیار رہے......اس کا جھگڑا ہوگا...... یہ ساری چیزیں کہیں کتاب اللہ میں ذکر ہیں......؟ کہیں حدیثِ نبوی میں ذکر ہے ان کا......؟ جان لیجئے کہ یہ سنتِ انگریز ہے......! اس کے برعکس قرآن میں دیکھئے تو بیعت کا ذکر ہے......!

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ط يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ﴾

(سورۃ الفتح : ۱۰)

"(اے محمد ﷺ) جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اصل میں اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔"

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ﴾

(سورۃ الفتح :۱۸)

"(اے پیغمبر ﷺ!) اللہ راضی ہو گیا اُن اہل ایمان سے جبکہ وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے"

بخاری کا شعر سنا چکا ہوں ...... نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا...... "ہم وہ لوگ ہیں جنھوں نے محمد ﷺ سے بیعت کی تھی جہاد کی ......کہ جہاد کرتے رہیں گے جب تک جان میں جان ہے" ...... بیعت عقبیٰ اولیٰ ہوئی ...... بیعت عقبیٰ ثانیہ ہوئی ...... یہ سب سیرت کے اندر ہے کہ نہیں ...... ! بیعت ہی وہ چیز جو قرآن کے اندر ہے......بیعت ہی وہ چیز جو حدیث کے اندر ہے......بیعت ہی وہ چیز ہے جو پوری سیرت کے اندر ہے ...... اور بیعت ہی وہ شے ہے کہ کم سے کم تیرہ سو برس تک مسلمانوں کی کوئی اجتماعیت بیعت کے بغیر قائم نہیں ہوئی ...... بادشاہ بھی ہوتا تھا تو بیعت لیتا تھا...... خلفاء بنوامیہ نے بیعت لی ہے ...... خلفاء بنوعباس نے بیعت لی ہے......

پھر بیعت ارشاد کا سلسلہ چل پڑا ......کوئی روحانی تزکیہ کر رہا ہے تو بیعت لے رہا ہے پہلے...... پھر آپ کو معلوم ہے 19 ویں صدی عیسوی میں سوڈان میں انگریز آگیا...... اس کے

خلاف جہاد کیا مہدی سوڈانی نے ...... جماعت بنائی بیعت کی بنیاد پر...... لیبیا پر آ کر قابض ہو گئے اطالوی......ان کے خلاف سنوسی نے جہاد کیا...... بیعت کی بنیاد پر......الجزائر پر فرانسیسی قابض ہوئے ...... ان کے خلاف شیخ عبدالقادر الجزائری نے جہاد کیا بیعت کی بنیاد پر...... ہندوستان میں انگریز آ گیا تھا......اس کے خلاف جہاد کرنے کے لئے سید احمد بریلویؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ نے جماعت بنائی بیعت کی بنیاد پر......اور ان کا منصوبہ یہ تھا کہ پہلے ہم جائیں سرحد کی طرف سے...... پہلے پنجاب کو سکھوں سے آزادی دلا دیں......پھر ادھر سے آگے بڑھ کر انگریزوں کو ہندوستان سے نکالیں...... بدقسمتی یہ کہ سرحد میں اپنوں نے ان کے خلاف بغاوت کر دی...... وہ ایک دردناک داستان ہے......! سکھوں سے انہوں نے شکست نہیں کھائی......! اپنوں سے شکست کھا گئے ......اور پھر سکھوں نے شہید کر دیا بالاکوٹ کے اندر...... اگلا مرحلہ آیا ہی نہیں......لیکن میں بتا رہا ہوں آپ کو کہ انہوں نے بیعت کی بنیاد پر جماعت بنائی تھی...... ابوالکلام آزاد نے 1913ء میں حزب اللہ بنائی بیعت کی بنیاد پر...... مصر میں الاخوان المسلمون قائم کی حسن البنا شہیدؒ نے بیعت کی بنیاد پر...... جماعت بنتی ہے بیعت کی بنیاد پر......**بایعنا رسول اللہ ﷺ علی السمع والطاعة**...... رسول کی اطاعت مطلق ہے......جو حکم دے ماننا پڑے گا...... لیکن رسول کے بعد جس کے لئے بھی بیعت ہو گی تو پھر آیا گا......**انی ابایعک علی السمع والطاعة فی المعروف** ......یعنی شریعت کے دائرے کے اندر اندر میں آپ کا حکم مانوں گا......آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ شریعت کو بدلنے کا میں حق رکھتا ہوں......شریعت تو مکمل ہو چکی محمد رسول اللہ ﷺ پر......اس ضمن میں......میں صرف ذکر کر رہا ہوں کہ ہم نے تنظیم اسلامی قائم کی اس بیعت کی بنیاد پر...... جو بھی تنظیم میں شامل ہوتا تھا......میرے ہاتھ پر بیعت کرتا تھا......اب میں نے تنظیم کی امارت چھوڑ دی ہے......اب نئے امیر ہیں ان سے یہ بیعت ہوتی ہے......**انی ابایعک علی السمع والطاعة فی المعروف** ......اس بیعت پر کی بنیاد یہ جماعت قائم ہوئی......تو پھر ذہن میں تازہ کر لیجئے...... میں نہیں چاہتا کہ جوش و خروش سے وقتی تاثر تو ہو جائے ......

لیکن بات کا سرا ہاتھ میں نہ رہے......پہلی بات کیا تھی......؟ دین ہمیشہ سے ایک رہا ہے آج تک...... ہاں جب تک نبوت و رسالت جاری تھی تو شریعتوں میں اختلاف ہو رہا تھا......اور حضور ﷺ کے بعد کتاب و سنت کی تعبیرات میں......ان کی **interpretation** میں...... اختلافات ہوئے......مسلک وجود میں آ گئے ......کوئی حرج نہیں......دین ایک ہے ......وہ ہے اسلام......اس اسلام کو قائم کرو......اور اس میں کسی تفرقہ کو آڑے نہ آنے دو......اپنا مسلک عظیم رکھو......اس کہ اوپر عمل کرو......نماز روزہ اس کے مطابق کرو......حج کے مناسک اس کے مطابق ادا کرو......ٹھیک ہے......لیکن اس دین کو قائم کرنے کی جدوجہد میں تفرقہ نہیں ہونا چاہیے......

﴿ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ﴾

''دین کے معاملے میں پھوٹ نہ ڈالو۔''

اور اس کے لئے جو نمبر دو بات میں نے آپ کو بتائی کی یہ کام بغیر جماعت کے ممکن نہیں......

اب اگر ہم نے دین کا کام کرنا ہے تو جماعت بھی دینی بنیاد پر قائم کرنی چاہئے......کام ہم وہ کرنا چاہیں جو محمد ﷺ نے کیا......اور اس کے لئے طریقے ہم وہ اختیار کریں جو مغرب سے آئے...... یورپ سے آئے ......انگریزوں سے آئے......روسیوں سے آئے...... نہیں نہیں......!

نظام بدلنے کا طریقہ :

امام مالکؒ نے فرمادیا تھا : '' **لَا يَصْلُحُ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا بِمَا صَلَحَ بِهٖ اَوَّلُهَا** ''

''اس امت کے آخری حصے کی اصلاح نہیں ہو سکے گی مگر بلکل اسی طریقے پر جس طرح پہلے حصے کی اصلاح ہوئی تھی۔''

یہ پہلا حصہ اور آخری حصہ سے مراد کیا ہے......؟ اس کو سمجھ لیجئے اچھی طرح......!! مسند احمد بن حنبل میں ہے...... حضور ﷺ نے خبر دیدی تھی کہ اپنے زمانے سے قیامت تک پانچ ادوار آئیں گے تم پر اے مسلمانوں ...... **تَكُوْنُ لِيْ فِيْكُمْ نُبُوَّةٌ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُ اللّٰهُ اِذَا شَاءَ يَرْفَعَهَا** ...... دیکھو تم میں نبوت قائم رہیں گی جب تک اللہ چاہے گا کہ

قائم رہے ...... پھر اللہ اسے اٹھالے گا ...... یعنی میں رہوں گا جب تک اللہ چاہے گا ...... پھر اللہ مجھے بلالے گا ...... میرا انتقال ہوجائے گا ...... ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةً عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ...... پھر ایک دور آئے گا خلافت کا ...... جو ہوگی بالکل نبوت کے نقشِ قدم پر ...... جسے ہم خلافت راشدہ کہتے ہیں ...... فَتَكُوْنُ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ...... وہ بھی رہے گا جب تک اللہ چاہے گا ...... ثُمَّ يَرْفَعُ اللّٰهُ اِذَا شَاءَ يَرْفَعَهَا ...... پھر جب اللہ چاہے گا خلافت راشدہ کا نظام بھی اٹھالے گا ...... ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًا ...... پھر کاٹ کھانے والی حکومت آجائے گی یعنی ملوکیت ...... بادشاہ ہونگے ...... محل بنائیں گے ...... دنیاوی عیش کریں گے لیکن کہلائے گے اپنے آپ کو خلیفہ ...... یہ ہے مُلْكًا عَاضًا ...... کاٹ کھانے والی حکومت ، آپ کو معلوم ہے کیسے کیسے ظلم ہوئے ہیں اس دور میں ...... کربلا کا حادثہ ہوا ...... پھر واقعہ حرّہ ہوا ...... سینکڑوں تابعی شہید کئے حجاج ابن یوسف نے ...... ثم تكون مُلْكًا جَبْرِيًّا ......۱ پھر غلامی کا دور تم پر آجائے گا ...... مجبوری کی بادشاہت ...... ہم انگریز کے غلام ہوگئے ...... اسی طرح کوئی ولندیزیوں کے غلام ہوگئے ...... کوئی اطالویوں کے غلام ہوگئے ...... کوئی ہسپانیوں کے غلام ہوگئے ...... کوئی فرنسیسیوں کے غلام ہوگئے ...... یہ دور بھی آیا کہ نہیں آیا ......! پھر فرمایا ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةً عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ...... پھر ایک دور آئے گا دوبارہ دنیا میں خلافت علی منہاج النبوۃ قائم ہوگی ...... یہ ہیں پانچ ادوار ...... دورِ نبوت ...... دورِ خلافتِ راشدہ ...... دورِ ملوکیت ...... دورِ ملوکیت مع غلامی ...... اور پھر دوبارہ دور آئے گا خِلَافَةً عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ...... اس حدیث کے مطابق یہ جو آخری دور آنے والا ہے قیامت کے قریب کہ پھر خلافت علی منہاج النبوۃ قائم ہوگی ......! (اس کو کہہ رہے ہیں امام مالکؒ) وہ ہوگی اسی طریقے پر عمل پیرا ہوکر ...... جس طریقے پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ نے عمل پیرا ہوکر قائم کی تھی ...... لہذا ہمیں بالکل کاربن کاپی تلاش کرنی چاہئے سیرت النبیؐ سے ...... کہ ہم اس طریقے کو اختیار کریں ......

اس ضمن میں ایک بات اور سمجھ لیجئے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں جب طاقت فراہم ہوگئی ...... پھر جنگ لڑی گئی ...... غزوہ بدر ...... غزوہ احد ...... غزوہ احزاب ...... غزوہ بنی مصطلق ...... لیکن آج کے دور میں جنگ کا معاملہ مشکل ہے ...... (Fesable) نہیں ہے ، کیوں ......! عوام نہتے اور حکومت کے پاس فوج ، پولیس ، ایئرفورس ہے ...... مقابلہ تو بنتا ہی نہیں ...... اخوان المسلمون کا پورا شہر '' حما '' ...... حافظ الاسد نے بمبارمنٹ کرکے ختم کردیا ...... ہزاروں اخوانی ایک دن کے اندر مار دیئے ...... یہاں بھی ہوسکتا ہے ......! پھر سوچنے کی بات ہے کہ اس کا بدل کیا ہے ......؟؟ دوسری بات یہ کی حضور ﷺ کے زمانے میں ایک طرف اسلام تھا ...... دوسری طرف کفر تھا ...... یہاں اِدھر بھی اسلام اُدھر بھی اسلام ...... بینظیر بھٹو بھی مسلمان تھی کہ نہیں ...... مشرف ''صاحب'' جو ہیں مسلمان ہیں کہ نہیں ہیں ...... بلکہ سنا ہے سادات میں سے ہیں ...... پھر یہ کہ حافظ الاسد مسلمان تھا کہ نہیں ...... صدام حسین مسلمان ہے کہ نہیں ...... حسنی مبارک مسلمان ہے کہ نہیں ...... لیکن اسلام کا نام لینے والوں کے لئے قید و بند ہے ...... پھانسیاں ہیں ...... persecution ہے ...... لہذا اس کا جواب کیا ہے ......؟؟ '' پرامن مطالباتی تحریک '' ......! مارو ہمیں جتنا مارنا ہے ...... ہم جانیں دینے کو تیار ہیں ...... کتنوں کو ماریں گے ...... آخر اپنے ملک کی فوج ہے ...... سوچے گی یہ ہمارے اپنے ملک کے لوگ ہیں ...... ہوسکتا ہے میرا ہی کوئی بھتیجا بھانجا ...... کوئی سالہ بہنوئی موجود ہو آگے ...... لہذا ایک حد تک تو ماریں گے ...... پھر وہ ہاتھ اٹھا دیں گے ...... جیسے جب نظام مصطفیٰ تحریک چلی تھی جو دراصل Anti Bhutto movement تھی ...... اس وقت کچھ لوگوں کو فوج نے شہید کیا ...... پھر فوج نے صاف جواب دیدیا ...... بریگیڈیئر ...... سب سے پہلے وہ کھڑے ہوگئے لاہور میں ...... صاف جواب دے دیا کہ shooting نہیں کریں گے ...... فائرنگ نہیں کریں گے ...... اسی طرح ایک اور بریگیڈیئر کھڑا ہوگیا ...... بھٹو صاحب نے چند دن پہلے تقریر کی تھی تو کرسی کی ہتھیا پکڑ کر کہا تھا کہ میری کرسی بہت مضبوط ہے ...... لیکن ثابت ہوا کہ وہ قطعاً مضبوط نہیں ...... وہ تو فوج نے جب جھنڈی دکھا دی تو ...... پھر اس نے PNA کے لوگوں کو بلا کر مذاکرات کئے کہ نہیں ...... یاد ہے کہ نہیں یہ ساری تاریخ ...... اور اس کی مکمل تاریخ آپ کو نظر آئے گی ایران میں ...... ایران میں بیس ہزار کے قریب ایرانیوں نے اپنی جانیں دیدیں ...... اس کے بعد شہنشاہ کو بھاگنا پڑا ...... یہ ہمارے لئے بے غیرتی کا ...... ہمارے لئے شرم سے ڈوب جانے کا مقام ہے ...... شیعوں

نے اپنے ملک میں اپنے علماء کی حکومت قائم کر کے دکھادی.....لیکن کسی سنّی ملک کے اندر وہاں کے علماء کو یہ ہمت نہیں.....لیکن اس کے برعکس شیعوں نے جانیں دیں.....قربانیاں دیں.....خود نہیں مارا.....لیکن اپنی جانیں دینے کو تیار ہو گئے.....مرے اور ہزاروں کی تعداد میں مرے.....لیکن پھر شہنشاہ کو بھاگنا پڑا.....اور بادشاہ کا حال یہ ہوا کہ ''دوگز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں''.....دفن ہونے کے لئے جگہ نہیں ملی..... جہاں پر وہ سمجھتا تھا کہ خسرو پرویز کا دور دوبارہ لاؤں گا میں..... ذوالقرنین کا دور دوبارہ آئے گا ایران کے اندر.....لیکن وہاں پر دفن ہونے کی جگہ نہ ملی..... یہ طریقہ ہے نظام بدلنے کا حضرات.....!

رسول ﷺ کی زندگی کی سب بڑی سنت :

اب میں ایک آخری بات آپ سے کہنا چاہتا ہوں..... یہ مسجد اہلحدیث مسلک کی ہے.....اہلحدیث کے نزدیک سنت کی بڑی اہمیت ہے.....والاں وشیداں ہے سنت کے لئے.....میں ایک سوال آپ سے کرتا ہوں کہ سب سے بڑی سنت کونسی ہے.....؟؟ جس میں کسی کو اختلاف نہ ہو.....غور کیجئے.....! دیکھئے سنتیں چھوٹی بھی ہیں..... بڑی بھی ہیں..... یہ بھی سنت ہے کہ جب مسجد میں داخل ہوں تو پہلے داہنا پاؤں آگے آئے..... بایاں پاؤں نہ آئے.....نکلیں تو پہلے بایاں پاؤں آئے.....دایاں پاؤں نہ نکلے..... یہ بھی سنت ہوگئی..... یہ بھی سنت ہے کہ سونے لگے ہیں.....تو قبلہ رخ اپنا رخ کرلیا.....داہنی کروٹ لے لی.....اپنے گال کے نیچے داہنا ہاتھ رکھ لیا.....سنت ہوگئی کہ نہیں..... یہ چھوٹی چھوٹی سنتیں ہیں.....لہٰذا ہر کام سنت کے مطابق کرو.....!ان چھوٹی سنتوں میں سب سے بڑی سنت داڑھی کی سنت ہے..... یہ نوٹ کر لیجئے آپ کی چھوٹی سنتوں میں سب سے بڑی سنت.....جس کا حکم دیا'' اِعْفُوا اللُّحٰی وَ کَسُرُوا الشَّوَارِب'' یہ صرف عمل نہیں ہے.....حضور کا بلکہ حکم ہے.....''داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کتراؤ''..... کتنے اہلحدیث ہیں آج.....بعض سنتوں میں بہت پختہ..... بہت آگے.....مگر داڑھی ہے ہی نہیں..... یہ کیا ہے.....؟ کس قسم کے اہلحدیث ہیں.....؟؟ اب سوچنے کی بات ہے کہ نہیں.....! سودی کاروبار حنفی بھی کر رہا ہے .....اہلحدیث بھی کر رہا ہے.....کوئی کسی سے کچھ نہیں کہتا.....اور اس سے ان کے مسلک میں کوئی کمی نہیں آتی ..... اسٹاک ایکسچینج کے اندر حنفی بھی کام کر رہا ہے اور سلفی بھی .....

بہر حال یہ تو افسوس کی بات ہے جو میں کہہ رہا ہوں..... اب دیکھئے رفع یدین ہے سنت ہے لیکن اس میں اختلاف ہے یا نہیں..... اس میں حنفیوں کو اختلاف ہے کہ نہیں.....ٹھیک ہے یہ آپ کے نزدیک اور میرے نزدیک بھی زیادہ ثابت ہے.....شاہ ولی اللہ دہلویؒ کہتے ہیں کہ رفع یدین کا کرنے والا بہتر ہے، نہ کرنے والے سے.....حالانکہ وہ حنفی تھے اس کے باوجود انہوں نے یہ کہا.....سید نذیر حسین شیخ .....اہلحدیث کے یوں سمجھئے کہ ہندوستان میں جو چلی ہے تحریک اہلحدیث .....اس میں ''شیخ الکل سید نذیر حسین''..... وہ جب دلی میں آتے ..... رفع یدین نہیں کرتے تھے کہ اس سے فتنہ پیدا ہوگا..... یہاں دلی میں سارے حنفی ہیں ..... میری بات ہی کوئی نہیں سنے گا ..... یہ تو پتہ نہیں کوئی اور ہے ہم اس کی بات کیوں سنیں تو دعوت وتبلیغ میں رکاوٹ ہو جائے گی ..... سر سید احمد خان نے ان سے مناظرہ کیا کہ رفع یدین کیوں نہیں کرتے ..... انہوں نے یہ وجہ بیان کی .....انہوں نے کہا تم لوگوں سے ڈرتے ہو.....اس کے بعد سے انہوں نے رفع یدین شروع کر دیا.....لیکن میں جو آپ سے کہہ رہا ہوں کہ رفع یدین سنت ہے .....لیکن اختلاف ہے شافعی بھی کرتے ہیں ..... حنبلی بھی کرتے ہیں.....لیکن حنفی نہیں کرتے ..... ان کا کہنا یہ ہے..... غلط ہے یا صحیح ہے اس سے بحث نہیں.....ان کا مؤقف یہ ہے کہ حضور ﷺ پہلے کرتے تھے آخری ایام میں ترک کر دیا.....میں اس بحث میں نہیں جارہا.....بتا یہ رہا ہوں کہ اس میں اختلاف ہے.....میں آپ کو وہ سنت بتا رہا ہوں جس میں کسی کو اختلاف نہیں..... وہ سنت کیا ہے.....؟؟ دعوت وتبلیغ کی سنت ..... وہ سنت کیا ہے .....؟؟ اللہ کے دین کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنے کی سنت ..... ! پہلی وحی کے آنے کے بعد سے لے کر اس دنیوی زندگی کے آخری سانس تک ..... جو کام آپ نے کیا ..... مسلسل کیا..... پیہم کیا ..... وہ کیا تھا .....؟؟ اللہ کے دین کی دعوت و تبلیغ اور اللہ کے دین کو قائم کرنے کے لئے جدوجہد..... جس کا میں نقشہ دکھا چکا ہوں کہ کیسی کیسی مشکلیں جھلیں ہیں.....کیسی کیسی سختیاں آئی

ہیں......کیسی کیسی تکالیف برداشت کی ہیں ...... یہ ہے سب سے بڑی سنت محمد رسول اللہ ﷺ کی ......آج ہم اس کو بھول گئے ہیں......اس کی طرف توجہ نہیں ہے......

امت مسلمہ کی ذلت ورسوائی کی اصل وجہ :

اور اسی وجہ سے آج امت مسلمہ عذاب الٰہی کی گرفت میں ہے...... ڈیڑھ سو کروڑ دنیا میں مسلمان ہیں اس وقت ...... ہر چوتھا یا پانچواں انسان مرد وعورت وہ امت محمد ﷺ میں شامل ہے......عزت نام کی کوئی شے نہیں ہے...... دنیا کے معاملات G-7 بیٹھے طے کر رہے ہیں......G-9 آ گئے ہیں......G-15 آ گئے ہیں ......اور کوئی مسلمان ملک نہ G-7 میں ہے...... نہ G-9 میں ...... نہ G-15 میں ...... نہ تین میں نہ تیرہ میں ...... ہمارے وسائل ان کے قبضے میں ہیں......خون بہتا ہے اگر دنیا میں......مشرق میں مغرب میں تو مسلمان کا......چیچنیا میں خون اس کا......کشمیر میں خون اس کا فلسطین میں خون اس کا......صومالیہ میں اس کا خون بہا...... بوسنیا میں اس کا خون بہا......ع

ہو گیا مانند آب ارزاں مسلماں کا لہو

مقدونیہ میں اس کا خون بہا......کوسوو میں اس کا خون بہا......فلپائن میں اس کا خون بہہ رہا ہے ......! کیوں ہے یہ......؟ کیا کوئی دنیا کی طاقت اللہ کے اذن کے بغیر ہمیں ستا سکتی ہے......؟ اذن رب کے بغیر تو پتا تک نہیں ہلتا......کیا بش اور کیا بش کا باپ......کچھ نہیں کر سکتا بغیر اذن رب......اور اذن رب کیوں ہے یہ......؟ اس لئے کہ ہم مجرم ہیں...... ہمیں سزا دینی ہے اللہ نے......جو سزا دی تھی بنی اسرائیل کو......

﴿ ضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ وَالۡمَسۡكَنَةُ وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ﴾ (سورۃ البقرۃ: ٦١)

’’اور آخر کار ذلت اور رسوائی اور محتاجی ان سے چمٹا دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہوئے۔‘‘

حالانکہ بڑے لاڈلے تھے...... بڑے پیارے تھے......! کتنے لاڈلے تھے......؟ دو جگہ تو قرآن مجید میں لکھا ہوا ہے:

﴿ يٰبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِىَ الَّتِىۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَنِّىۡ فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ﴾

(سورۃ البقرۃ: ٤٧)

” اے یعقوب کی اولاد! میرے وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کئے تھے اور یہ کہ میں نے تمہیں تمام جہان کے لوگوں پر فضیلت بخشی تھی۔“

لیکن وہی بنی اسرائیل ذلت ومسکنت کا شکار ہوئے کیوں......؟ انہوں نے اللہ کی شریعت کو پس پشت ڈالا......اللہ کی کتاب کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا......

﴿ نَبَذَ فَرِيۡقٌ مِّنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوۡرِهِمۡ كَاَنَّهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴾

(سورۃ البقرۃ: ١٠١)

’’ان اہل کتاب کے ایک فرقہ نے اللہ کی کتاب کو اس طرح پیچھے ڈال دیا تھا کہ جیسے پہچانتے ہی نہیں‘‘

تو اگر اس جرم میں ان کو سزا ملی تھی تو وہی جرم ہم نے کیا ہے......تو ہمیں کیوں نہ سزا ملے......؟

آج Middle East میں جنگ تلی کھڑی ہے...... اور یہ جنگ کس لئے ہے......؟ اب وہ راز کھلتا جا رہا ہے کہ Greater Israel قائم کرنے کے لئے ......! یہ یہودیوں کی سازش ...... اس کے لئے احادیث میں خبر دی گئی ہے کہ یہ بنے گا ......اگرچہ آخر میں پھر حضرت مہدی کے ظہور کے بعد اور حضرت عیسیٰ کے نزول کے بعد...... پھر پانسہ پلٹ جائے گا...... پھر اللہ کی حکومت قائم ہو جائے گی دنیا میں ...... لیکن اس سے پہلے پہلے مسلمانوں پر بڑا سخت وقت آ رہا ہے ...... بہت سخت عذاب اللہ کا ...... خاص طور پر اہل عرب پر ...... اور نمبر دو مجرم ہم اہل پاکستان ہیں ...... ہم نے ایک ملک بنایا تھا اسلام کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے ...... اور ہم نے اس میں اسلام قائم نہیں کیا......محل بنا لئے......کارخانے بنا لئے......سڑکیں اعلیٰ سے اعلیٰ بنا لیں......Bridge بن گئے......Overhead بن گئے ...... سب کچھ بن گیا ...... وہ اسلام کہاں ہے بھائی ......؟ ؟ جان لیجئے کہ جب تک سانس تب تک آس ...... جتنی بھی

مہلت مل رہی ہے ...... پہلے ہم پر عذاب کا ایک کوڑا پڑا تھا 1971 میں ...... ملک دولخت ہوگیا تھا کہ نہیں......؟ ہمارے 93000 فوجی بھارت کی قید میں گئے تھے کہ نہیں......؟ اور کوئی عجب نہیں کہ کوئی اور کوڑا اس سے بھی سخت ہماری پیٹھ پر پڑنے والا ہو...... حالات خوفناک ہیں ...... امریکہ اب 100 فی صد بھارت کی پشت پر ہے...... اب تو وہ صاف کہہ رہے ہیں ہمارے Natural Aliance ہیں...... ہماری تہذیب ایک ہے ...... ہمارا نظامِ حکومت ایک ہے...... امریکہ میں Democracy ، بھارت میں Democracy ...... امریکہ میں بے پردگی، فحاشی بھارت میں بے پردگی، فحاشی...... وہاں ڈانس اور گانا بجانا یہاں بھی ڈانس اور گانا بجانا...... ان کی مذہبی تقریب کوئی نہیں ہوتی جس میں ناچنا اور گانا نہ ہو...... وہاں Hollywood ہے تو یہاں انہوں نے Bollywood بنالیا ہے...... واقعتاً ان کا کلچر، ان کی تہذیب، ان کا نظام حکومت امریکہ کے بہت قریب ہے...... وہ اب ایک ہوگئے ہیں بالکل ایک...... اور ہماری جو ایٹمی صلاحیت ہے وہ ان کی نگاہوں میں کھٹک رہی ہے...... ہمارے صدر مشرف بھی کہہ چکے ہیں کہ کوشش کریں گے کہ عراق کے بعد پاکستان کا نمبر نہ آئے ...... گویا کہ اندیشہ تو محسوس ہو رہا ہے......

کرنے کا اصل کام :

بہرحال اس سے پہلے پہلے ہمیں کیا کرنا ہے......

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ط ﴾ (سورۃ التحریم : ۸)

’’ اے اہل ایمان اللہ کی جناب میں توبہ کرو سچی توبہ، خلوص کے ساتھ توبہ‘‘

پہلے ہر شخص توبہ کرے انفرادی سطح پر...... دیکھیے میری زندگی میں کونسی شے ہے جو کتاب وسنت کے خلاف ہے...... گھر میں پردہ نہیں ہے...... نافذ کرو......! کاروبار میں سود کی آلائش ہے...... ختم کرو......! مکان سودی قرضہ لے کر بنایا ہے...... بیچ دو...... قرضہ ختم کرو......! چھوٹے مکان میں رہو...... کرائے کے مکان میں رہو...... پہلے فرد توبہ کرے...... پھر یہ لوگ جڑ کر کسی کے ہاتھ پر بیعت کر کے ایک جماعت کی شکل اختیار کریں...... میں یہ نہیں کہتا کہ صرف میری ہی جماعت ہے...... آپ کو کوئی اور جماعت بہتر نظر آئے...... اس کے ساتھ شامل ہوجایئے ...... لیکن ہو بیعت کی بنیاد پر...... اور جدوجہد کرے اور یہاں پر حکومت پر دباؤ ڈالے ...... اور نکل آئیں کہ اسلام کو نافذ کرو اور شریعت کو نافذ کرو ...... اللہ تعالیٰ اگر ہمیں اس کی توفیق دے گا ...... بالفرض اگر ہم کامیاب نہ بھی ہو سکے دنیا میں ...... آخرت میں کامیاب ہوجائیں گے...... سرخرو ہوجائیں گے...... اے اللہ ہمارے پاس جو کچھ تھا...... جو بھی تن من دھن کی پونجی تھی لگا دی تھی ...... اے اللہ ہم نے اپنی زندگی اس کام میں لگا دی تھی ...... نتیجہ ہمارے اختیار میں نہیں تھا...... ! جان لیجئے کہ اسی طرح بہت سے نبی چلے گئے دنیا سے کہ کوئی نتیجہ نہیں نکلا ان کے کام کا ...... جیسا کہ سورہ اعراف میں ہے کہ یہود کے ایک قبیلے کے اندر...... لوگوں نے ایک بڑا گناہ شروع کر دیا ...... کچھ لوگ تو وہ تھے جو اس گناہ میں براہ راست ملوث تھے ...... کچھ لوگ وہ تھے جو ملوث تو نہیں تھے ...... لیکن روکتے بھی نہیں تھے...... اور کچھ لوگ وہ تھے جو روکتے تھے اور خود بھی ملوث نہیں تھے...... تو روکنے والوں سے انہوں نے کہا جو نہیں روکتے تھے......

﴿ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَ نِ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ﴾

(سورۃ الاعراف : ١٦٤)

’’ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک کر دینے والا یا سخت عذاب دینے والا ہے۔‘‘

یعنی کیوں اپنی جان ہلکان کر رہے ہو...... یہ قوم تو ہلاک ہو کر رہے گی...... اب انہیں کچھ کہنے سننے سے کچھ حاصل نہیں...... اب انہوں نے کیا جواب دیا :

﴿ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴾

(سورۃ الاعراف : ١٦٤)

’’انہوں نے کہا کہ اس لئے کہ تمہارے رب کے سامنے معذرت کر سکیں اور عجب نہیں کہ وہ پرہیزگاری اختیار کریں۔‘‘

ہم اپنے رب کے حضور میں معذرت تو پیش کر سکیں گے ...... اے اللہ ہم روکتے رہے ان کو...... نہی عن المنکر کرتے رہے...... اور کیا عجب کہ کچھ لوگ ڈر جائیں...... کچھ لوگ اپنی اصلاح کر لیں...... تو یہاں تک حضور نے فرمایا......

يَا عَلِيُّ اَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِداً خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ (مسلم)

’’ اے علی اگر تمہارے ذریعہ سے اللہ ایک انسان کو بھی ہدایت دے دے تو یہ سرخ اونٹوں سے بڑی دولت ہے تمہارے لئے‘‘۔

اس کے لئے کمر کسیں...... آج میں نے کچھ باتیں کہی ہیں...... برا نا مانئے...... مسلک اپنی جگہ...... دین ہم سب کا ایک ہے...... حنفی ہو...... شافعی ہو...... مالکی ہو...... دین ایک ہے...... ابراہیم علیہ السلام کا...... موسیٰ علیہ السلام کا...... عیسیٰ علیہ السلام کا...... سب کا دین ایک ہے...... اس دین کو قائم کرنا ہمارا فرض ہے...... اس کی جدوجہد ہمارے ذمے ہے...... اس کے لئے جماعت بنانی ہوگی...... پہلے انفرادی توبہ کریں...... اور پھر مل جل کر ایک جماعت بنائیں...... بنیان مرصوص بن جائیں...... اور پھر جنگ کا موقعہ اگر ہو تو جنگ کریں......

﴿ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ﴾ (سورۃالتوبة : ۱۱۱)

’’وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں قتل کرتے بھی ہیں قتل ہوتے بھی ہیں‘‘

اور اگر Feasible نہ ہو تو...... پرامن مطالباتی اور احتجاجی تحریک چلائیں...... یعنی یہ کرو، ورنہ ہم گھیراؤ کریں گے...... جیسے آپ کو یاد ہوگا...... ضیاء الحق صاحب کے دور میں...... جب زکوٰۃ آرڈیننس نافذ کیا گیا...... اہل تشیع کھڑے ہو گئے...... ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے...... پچاس ہزار نے جا کر اسلام آباد میں سول سیکریٹریٹ کو گھیرے میں لے لیا...... گھیراؤ کیا اور دھرنا مار کر بیٹھ گئے...... چلاؤ ہم پر گولی ہم یہاں سے نہیں اٹھیں گے...... جب تک کہ صدر مملکت اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ہمیں یہ Assurance نہ دے لکھی ہوئی کہ ہم سے زکوٰۃ نہیں لی جائے گی...... تو آپ کو معلوم ہے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی ناک رگڑی گئی...... وہ فائرنگ نہیں کر سکتا تھا...... اگر وہ سو پچاس یا ہزار دو ہزار شیعوں کو مار دیتا تو کیا ہوتا...... فوج میں بھی شیعہ ہیں...... پولیس میں بھی شیعہ ہیں...... بیوروکریسی میں بھی شیعہ ہیں...... ذرائع ابلاغ میں بی شیعہ ہیں...... اس ملک کے اندر ایک قیامت آجاتی...... تو اس نے اپنی ناک رگڑ دی...... اپنی بے عزتی گوارا کر لی...... انہیں Exempt کر دیا...... دیکھئے لوگ جب جمع ہو جائیں کھڑے ہو جائیں...... مارو ہمیں اگر مارنا ہے...... لیکن ہم یہاں سے نہیں اٹھیں گے...... آپ کے شہر میں ایک واقعہ ہوا تھا ایک زمانے میں...... MQM کے لوگوں کو یہ شکایت ہو گئی تھی روزنامہ جنگ سے...... کہ یہ ہماری خبریں صحیح شائع نہیں کرتا...... اس کی صحیح porjection نہیں ہوتی...... گھیراؤ کر لیا...... کئی دن تک جنگ شائع نہیں ہو سکا...... پھر کیا توبہ کرنی پڑی جنگ کو کہ نہیں...... اور پھر صورت کیا ہوئی کہ الطاف بھائی کو چھینک بھی آگئی...... تو اخبار میں پہلے صفحے پر آگئی کہ آج الطاف بھائی کو چھینک آئی ہے......! یہ کام کاش کہ ہم اسلام کے لئے کریں...... کسی اپنے مفاد کے لئے نہیں...... کسی سیاسی مفاد کے لئے نہیں...... اسلام کو نافذ کرنے کیلئے...... میں اسی پر اکتفاء کر رہا ہوں...... آپ حضرات کا شکریہ...... جزاك اللّٰه